فضائلِ ترمذی

اردو شرح

شمائلِ ترمذی



تدریسی افادات

مفتی اعظم پاکستان

از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی

شیخ الحدیث و رئیس دار الافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (پاکستان)

ناشر

مکتبہ فاطمیہ

ترتیب

مولانا سجاد حسن بن مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فضائلِ سرمدی

اردو شرح

شمائلِ ترمذی

تدریسی افادات

مفتی اعظم پاکستان

از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی ؒ

شیخ الحدیث ورئیس دارالافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی (پاکستان)

ترتیب

مولانا سجاد حسن بن مفتی ولی حسن ٹونکی

نام کتاب ←---- فضائلِ سرمدی اردو شرح شمائلِ ترمذی

درس ←---- مفتی اعظم پاکستان از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی

ترتیب ←---- مولانا سجاد حسن بن مفتی ولی حسن ٹونکیؒ

سن اشاعت ←---- ربیع أوّل ۱۴۳۱ھ / مارچ 2007ء

ناشر ←---- مکتبہ فاطمیہ

طباعت ←---- پیراڈائز پریس پرائیوٹ لمیٹڈ

قیمت ←----

فضائل سرمدی اردو شرح شمائل ترمذی

از حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکیؒ مع اضافات

فہرست مضامین

فہرست مضامین

فہرست مضامین

عرض مرتب

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم اما بعد! حضور ﷺ سے صحابہ کرام کو ایسا تعلق اور والہانہ وابستگی تھی اور آپ کی محبت کچھ اس طرح انکے دل و دماغ میں سمائی ہوئی تھی کہ باوجود اس کے کہ وہ آپ کے جمال جہاں آراء کو بار بار دیکھ چکے تھے مگر آپ کے ظاہری اور باطنی حسن کے تذکروں سے ان کو روحانی مسرت ہوا کرتی تھی۔ صحابہ میں بعض حضرات کو اس میں خصوصی امتیاز حاصل تھا جیسا کہ حضرت ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ جو حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ماموں، حضرت ام المؤمنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کے صاحبزادے اور حضور ﷺ کے ربیب تھے۔ آپ کو وصاف رسول کہا جاتا کہ آپ کو حضور ﷺ کا حلیہ مبارکہ بیان کرنے میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ حضرات حسنین رضی اللہ عنہما، اپنے والد ماجد حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زبان سے اکثر حضور ﷺ کے بارے میں سنا کرتے اور بہت محظوظ ہوتے۔ انکے علاوہ حضرت ام معبد خزاعیہ رضی اللہ عنہا کی روایات تمام سیر و مغازی کی کتب میں موجود ہیں۔ ایسی روایات کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی جمع کیا اور شمائل النبی ﷺ کے نام سے ایک رسالہ ترتیب دیا، بعد میں اس کو شمائل ترمذی کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ حضرت والد صاحب رحمہ اللہ نے بحمد اللہ، کئی سال تک جامعۃ الاسلامیۃ بنوری ٹاؤن میں سنن ترمذی شریف کا درس دیا۔ آپ کے شاگردوں نے دوران درس کی گئی تقریر کو ضبط کیا، آپ کے ہاتھ میں موجود کتاب کچھ ردوبدل کے بعد اسی تقریر کا خاکہ یا نقل ہے۔ درس کا اصل حظ تو شرکاء درس کو نصیب ہوا ہوگا البتہ "ما لا یدرک

کلہ لا یترک کلہ“ کے قاعدے کے پیش نظر، یہ کتابی صورت بھی غنیمت ہے۔ جن جن حضرات نے اس کی جمع وترتیب میں معاونت اور کوشش فرمائی، اللہ رب العزت، ان کی سعی کو مقبول ومشکور فرمائے، ساتھ ہی اللہ تعالی اس تالیف کو ایسی مقبولیت عطا فرمائے کہ اس کے پڑھنے والے عشق نبی سے سرشار اور سنت رسول ﷺ پر عمل پیرا ہوں۔ اللہ رب العالمین، اس کو ہم سب کی خاص مغفرت اور والد صاحب کے رفع درجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

والسلام،

(حضرت مولانا)سجاد حسن (عفی عنہ)

(ابن مولانا مفتی ولی حسن صاحب نور اللہ مرقدہ)

فضائل سرمدی
شرح شمائل ترمذی

الحمد لله نحمده و نستعنيه و نؤمن به و نتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ونشهد ان لا اله الا الله ونشهد ان محمدا عبده و رسوله اما بعدفقد قال الله تعالى قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني يحببكم الله و قال رسول الله ﷺ أنا سيد ولد آدم ولا فخر.

یہ امام ترمذی کا مسند کے بعد ایک اور رسالہ ہے جس کو شمائل ترمذی کہا جاتا ہے اور یہ بہت بابرکت رسالہ ہے، شیخ عبدالحقؒ اور دوسرے اکابر نے لکھا ہے کہ اگر کوئی آدمی جو اس رسالے کو ادب واحترام کے ساتھ اور محبت وسوز اور پورے دل جمعی کے ساتھ پڑھے تو اس رسالے کے ختم کے بعد حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوتی ہے۔اور بعض لوگوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رسالہ ایسا ہے کہ اگر مشکلات اور پریشانیوں میں کوئی آدمی پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے مشکلات اور پریشانیاں دور فرمادیتے ہیں یہ بڑا بابرکت اور مبارک رسالہ ہے۔امام ترمذی نے اس کا نام رکھا ہے ''شمائل''۔حضور ﷺ کا جو خُلق اور حلیہ مبارک ہے اس میں سارا بیان کردیا گیا ہے اور لوگوں نے اس کی مختلف شرحیں لکھی ہیں ملا علی قاریؒ کی مشہور شرح ہے ''جمع الوسائل'' اور دوسرے حضرات نے بھی شرحیں لکھی ہیں۔ایک مصری عالم نے بھی اس کی شرح لکھی ہے۔

یہ شمائل (فضائل کے وزن پر) شِمال (قتال کے وزن پر) کی جمع ہے اور شِمال کے معنی ہوتے ہیں، عادت وخصلت۔شمال، کسی شخص کی عادت، اس کی ظاہری اور باطنی حالت کو کہا جاتا ہے۔تم اس میں حضور ﷺ کا مبارک سراپا پڑھو گے کہ حضور ﷺ کا جسم اطہر کیسا تھا۔جس طرح حضور ﷺ کا باطن معجزہ تھا ایسے ہی حضور ﷺ کا ظاہر بھی معجزہ تھا، حضور اکرم ﷺ کا جسم اطہر خود معجزہ تھا۔اور ابن سینا نے ایک کتاب لکھی ''شفاء'' (منطق کے اندر بڑی اعلیٰ کتاب ہے) اس میں

ایک جگہ پر یہ لکھا ہے کہ: ''دنیا میں سب سے بہترین انسان وہ ہوسکتا ہے جس کا مزاج سب سے زیادہ معتدل ہو، دنیا میں ہم جتنا کھیل دیکھتے ہیں (اختلاف) یہ سب مزاجوں کا ہے۔آپ دیکھتے ہیں کسی کو بہت جلدی غصہ آجاتا ہے، کسی شخص کے اندر صبر کی عادت ہوتی ہے۔بعض لوگوں کے اندر نرمی کی عادت ہوتی ہے یہ سب انسانوں کے طبعی مزاج ہوتے ہیں اوران طبعی مزاجوں کا اثر انسان کے عادات واخلاق پر پڑتا ہے۔ کسی میں سوداء کا غلبہ ہوتا ہے، کسی میں صفراء کا غلبہ ہوتا ہے اور کسی میں دم کا غلبہ ہوتا ہے۔اس کے اعتبار سے انسان کے اخلاق وعادات پر بھی فرق پڑتا ہے۔اس لئے ابن سیناء نے لکھا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا حلیہ مبارکہ پڑھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ''افضل الناس اعتدالاً'' تھے یعنی سب سے زیادہ معتدل مزاج تھے۔حالانکہ اطباء اور خود ارسطو وافلاطون نے بھی یہ لکھا ہے کہ ایسا کوئی معتدل آدمی نہیں پایا جاسکتا ہے کہ جس میں خون، صفراء، بلغم اور سوداء سب سو فیصد برابر ہوں ایسا کوئی انسان دنیا میں نہیں ۔لیکن رسول اللہ ﷺ سب سے معتدل تھے اور یہ حضور اقدس ﷺ کے حلیے سے معلوم ہوتا ہے۔حضور ﷺ کا حلیہ مبارکہ یعنی سراپا معجزہ تھا جیسا کہ آپ کا باطن معجزہ تھا۔دلیل اس کی یہ ہے کہ قرآن پاک میں رب العالمین نے جہاں پر رسول اللہ ﷺ کے معجزات بتائے ہیں وہاں حضور ﷺ کی زندگی کو بھی معجزات میں پیش کیا ہے۔معلوم ہوا حضور ﷺ کا باطن معجزہ ہے ایسے ہی حضور ﷺ کا ظاہر بھی معجزہ ہے۔ یہ کتاب اس معجزے کے اظہار کے لئے ہے اس لئے اس کا نام ''شمائل ترمذی'' ہے۔

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

سارے محامد ساری صفات وثناء اس ہستی کے لئے ہیں جو واجب الوجود ہے اور مستحق جمیع صفات الکمال ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی ان صفاتِ کمال کا اظہار کس نے کیا؟ انبیاء نے کیا۔اس لئے ان پر سلامتی بھیجی، وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ، سلام کو نکرہ لے کر آئے تا کہ تعظیم پر دلالت کرے۔

باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

"خَلق" سے مراد ہے کہ حضور ﷺ کی تخلیق کیسی تھی آپ کا ظاہری سراپا کیسا تھا۔ آپ کی ظاہری جسامت کیسی تھی۔ ایک "خُلق" اور ایک "خَلق" ہے ایک حرکت کا فرق ہے خَلق کہتے ہیں ظاہری صورت کو اور خُلق کہتے ہیں باطنی صورت کو۔ امام رازی نے تفسیر کبیر میں، "وصوّرکم فاحسن صورکم" کے ذیل میں لکھا ہے کہ صورت دو قسم کی ہوتی ہے، ایک صورت ظاہری ہوتی ہے اور ایک صورت باطنی۔ صورت ظاہری، صورت باطنی کا عنوان ہوتی ہے۔ بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں ان کو محض دیکھنے سے، باطن پر اطلاع ہو جاتی ہے اس چیز سے متعلق ایک مستقل علم ہے جس کو علم "قیافہ" کہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا جو ظاہری سراپا تھا یہ نشان دہی کرتا تھا حضور کے خُلق اور آپ کی عادات و اطوار پر۔ اس لئے امام ترمذیؒ نے حضور کے ظاہری سراپا کو بیان کیا ہے۔ تو خَلق خود دلیل ہے حضور ﷺ کے خُلق کی۔ حضور اقدس ﷺ کا خُلق "وانک لعلیٰ خُلق عظیم" آپ کا خُلق جو تھا وہ بہت بڑا تھا بالکل اسی اعتبار سے آپ کا خَلق یعنی آپ کا حلیہ یہ بھی عظیم اور معجزہ تھا۔

أخبرنا أبو رجاء قتیبه بن سعید عن مالک بن أنس عن ربیعة عن أبی عبد الرحمن عن أنس بن مالک أنه سمعه یقول کان رسول اللہ ﷺ لیس بالطویل البائن ولا بالقصیر ولا بالأبیض الامهق ولا بالأدم ولا بالجعد القطط ولا بالسبط بعثه اللہ تعالیٰ علی رأس أربعین سنة فأقام بمکة عشر سنین وبالمدینة عشر سنین فتوفاه اللہ تعالیٰ علی رأس ستین سنة ولیس فی رأسه ولحیة عشرون شعرة بیضاء.

ترجمہ: حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نہ بہت لمبے قد کے تھے نہ پست قد نیز رنگ کے اعتبار سے نہ بالکل سفید تھے چونہ کی طرح نہ بالکل گندم گوں کہ سانولہ پن

آ جائے۔ حضور اقدس ﷺ کے بال نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار۔ چالیس برس کی عمر ہو جانے پر حق جل شانہ نے آپ کو نبی بنایا اور پھر دس برس مکہ مکرمہ میں رہے اس کے بعد دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرمایا اور پھر ساٹھ سال کی عمر میں حضور ﷺ نے وصال فرمایا اس وقت آپ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔

تشریح: ربیعۃ بن عبدالرحمٰن سے مراد امام مالکؒ کے استاد ربیعۃ الرائے ہیں۔ انہوں نے انس بن مالک سے سنا وہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ بہت لمبے تڑنگے نہیں تھے۔ طویل البائن اس کو کہتے ہیں جس کے اعضاء جدا جدا معلوم ہوتے ہوں، بائن بینونۃ سے ہے کہ بالکل جدا جدا اسی لئے طلاق بائن کو بائن کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے عورت شوہر سے جدا ہو جاتی ہے۔

"ولا بالقصیر" اور نہ آپ بالکل پستہ قامت تھے جیسا کہ چھوٹے سے لوگ ہوتے ہیں اس واسطے کے آدمی جب طویل ہوتا ہے تو وہ بھی اچھا نہیں ہوتا اس کے اندر بھی عام طور پر خرابیاں ہوتی ہیں اور اگر قصیر ہوتا ہے تو اس میں بھی عام طور پر خرابیاں ہوتی ہیں تو سب سے بہتر چیز اعتدال ہے کہ آدمی معتدل ہو حضور اکرم ﷺ معتدل تھے لیکن مائل بہ طول تھے یعنی طول کی طرف میلان تھا۔ اگر آدمی معتدل ہو مائل بہ قصر ہو تو وہ اچھا نہیں سمجھا جاتا لیکن اگر ایک آدمی طویل معتدل اور مائل بطول ہو تو زیادہ بہتر ہے۔

"ولا بالأبیض الأمهق" یہ امہق صفت آتی ہے سفید کی۔ عربی زبان میں بڑی وسعت ہے اس میں الوان کی بھی صفات ہیں ہم جیسے جاہل لوگ اگر یہ کہنا چاہیں کہ بہت زیادہ سفید تو ہم کیا کہیں گے "الأبیض الشدید" لیکن یہ بلاغت نہیں۔ جب ہم کو کہنا ہوگا بہت زیادہ کالا تو ہم کہیں گے "الأسود الشدید" لیکن بلیغ کہے گا، "الأسود الهالق" اگر یہ کہنا ہے کہ بہت سرخ تو بلیغ کہے گا "الأحمر القانی" یہ بلاغت ہے اگر یہ کہیں گے کہ بہت زیادہ پیلا تو بلیغ کہے گا "الأصفر الفاقع" عربی کے اندر ہر چیز کی صفات ہوتی ہیں جیسے ابیض کی ایک

صفت ناصع بھی آتی ہے،'ن ص ع'لیکن جب کسی انسان کے متعلق یہ بتانا ہو کہ وہ زیادہ سفید ہے تو اس کی شدتِ بیاض کو بیان کرنے کے لئے صفت امہق لائی جاتی ہے۔امہق کہتے ہیں چونہ کیطرح سفید کو تو حضور اکرم ﷺ چونے کی طرح سفید نہیں تھے۔بلکہ حضور اکرم ﷺ کی سفیدی میں سرخی کی آمیزش تھی۔اگر انسان کی رنگت میں سرخی کی آمیزش ہو تو یہ علامت ہوتی ہے اس بات کی کہ اس کے اعضاء جگر وغیرہ میں خون زیادہ ہے اور جب انسان کے بدن میں خون زیادہ ہوگا تو انسان کا دماغ تر و تازہ ہوگا اور جب انسان کا دماغ تر و تازہ ہوگا تو اس سے بہترین فضائل اور بہترین ملکات نکلیں گے۔

"ولا بالآدم" اور حضور اکرم ﷺ گندم گوں نہ تھے۔آدم ماخوذ ہے "اُدْمة" سے، ادمہ کہتے ہیں گندمی رنگ کو، زمین کے رنگ کو، تو حضور ﷺ مکمل گندم گوں نہیں تھے۔

"ولا بالجعد القطط" جعد کہتے ہیں گھنگریالے بال۔بعض بال ہوتے ہیں، چھلے پڑے ہوئے جیسے مکرانیوں کے ہوتے ہیں۔تو حضور اکرم ﷺ کے بال بہت زیادہ گھنگریالے نہیں تھے۔قطط صفت ہے اور یہ خاص ہے، قطط صرف جعد کی صفت آتی ہے کسی اور کی نہیں۔اگر کسی کے بال بہت زیادہ چھلے چھلے والے ہوں، گھنگریالے ہوں تو اسے کہتے ہیں "الجعد القطط".

"ولا بالسبط" اور نہ حضور ﷺ کے بال بالکل سپاٹ تھے جیسے ہم لوگوں کے بال ہوتے ہیں جس میں کوئی چھلہ نہ بنا ہو۔اس کی وجہ ملا علی قاریؒ نے لکھی ہے جمع الوسائل میں اور بیجوری نے بھی لکھا ہے (بیجوری کوئی مصری عالم ہیں انہوں نے بھی شرح لکھی ہے۔بے جور مصر کا ایک علاقہ ہے جس کی طرف نسبت کرتے ہوئے بے جوری کہا جاتا ہے) ان دونوں حضرات نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ کے بالوں کو جو معتدل رکھا گیا ہے کہ نہ تو بالکل سپاٹ بال نہ تھے گھنگریالے، اس کی وجہ یہ تھی کہ حضور ﷺ کی بعثت جو تھی وہ عرب وعجم سب کی طرف تھی اور عربوں کے بال عام طور سے جعد ہوتے ہیں اور عجمیوں کے بال عام طور سے سبط ہوتے ہیں کیونکہ حضور ﷺ کو دونوں صفتیں دینا تھیں اس لیے حضور ا ﷺ کے

بالوں کو دونوں طرح بنایا گیا کیونکہ بال سر کے اوپر اور نمایاں ہوتے ہیں۔

"بعثه الله تعالىٰ علىٰ رأس أربعين" اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی بعثت فرمائی، چالیس سال کے بعد۔ رأس کا لفظ آتا ہے سرے کے لئے، کسی چیز کا جو ابتدائی حصہ ہے اور جو انتہائی حصہ ہے اسے بھی کہتے ہیں۔ تم ایک دھاگہ کو پکڑ و اس دھاگے کی ابتدا اور انتہاء ہوگی، دھاگے کی ابتداء کو بھی رأس کہیں گے اور اس کی انتہاء کو بھی۔ رأس کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ کو چالیس سال پورے کرنے کے بعد بھیجا۔ اس لئے کہ چالیس سال کے اندر جوانی کی جو تیزی ہوتی ہے وہ ختم ہو جاتی ہے، چالیس سال میں انسان کے اخلاق اور حواس اور اس کی عقل کی تکمیل ہو جاتی ہے، چالیس سال تک انسان کی تکمیل ہوتی رہتی ہے لیکن چالیس سال کے بعد انسان مکمل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم ﷺ کی تکمیل ہوگئی تھی، اس لئے اللہ رب العزت نے چالیس سال کے بعد آپ کو بھیجا۔

"فأقام بمكة عشر سنين" تو آپ مکہ میں دس سال رہے حالانکہ مکہ میں حضور ﷺ تیرہ سال رہے لیکن یہاں پر کسر یعنی اکائی کو حذف کر دیا۔ عربوں کی عادت ہے حساب میں سے کسر کو حذف کر دیتے ہیں۔ "وبمدينة عشر سنين" اور مدینہ میں دس سال رہے۔

"فتوفاه الله تعالىٰ علىٰ رأس ستين" تو حضور ﷺ کی وفات جو ہوئی ساٹھ سال کے بعد ہوئی یہاں پر کسر کو حذف کر دیا۔ حضور اکرم ﷺ کی وفات تریسٹھ سال کی عمر میں ہوئی حالانکہ اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو زیادہ زندہ رکھ سکتے تھے، لیکن تریسٹھ سال کی عمر اس لئے دی کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ "اعمار أمتي ما بين ستين و سبعين" کہ میری امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوں گی اور جب نبی کو یہ عمر دی گئی تو امت کی عمروں کی طرف اشارہ کر دیا اور جو لوگ ساٹھ سے کم یا نوّے وغیرہ کے ہو جاتے ہیں تو یہ شاذ ہے، اصل امت کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہیں، تو حضور ﷺ پر اس قانون کو لاگو کیا گیا۔ آج اگر کسی آدمی کا تریسٹھ سال کی عمر میں انتقال ہو تو اسے غمگین

نہیں ہونا چاہیۓ بلکہ اسے یہ کہنا چاہیے کہ میرے نبی کی بھی یہی عمر ہوئی۔حضور ﷺ نے اپنی وفات کے اندر بھی اپنا اسوۂ حسنہ چھوڑا۔

"ولیس فی رأسه و لحیته عشرو ن شعرة بیضا ء" اورحضوراکرم ﷺ کے سر اور داڑھی میں بیس بال بھی سفید نہ تھے۔آخر تک تریسٹھ سال کی عمر میں حضور ﷺ کے بیس بال بھی سفید نہ تھے اب اس سے اندازہ لگائیۓ حضور ﷺ کی قوت کا۔آج کل ہم لوگوں کے بال تیس سال کی یا چالیس سال کی عمر میں سفید ہو جاتے ہیں۔حضرت انس ؓ کی روایت ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کے انیس بال سفید تھے (لوگوں نے ان کو گن بھی لیا) اور وہ بال بھی بالکل سفید نہیں ہوئے تھے بلکہ لال لال تھے، کچھ تو صدغین میں تھے کچھ اور تھے، لوگ سمجھتے تھے کہ مہندی لگائی ہے حالانکہ مہندی نہیں لگی ہوئی تھی اور نہ ہی حضور ﷺ نے خضاب لگایا، جب کالے بال سفید ہونے لگتے ہیں تو لال ہو جاتے ہیں اور لال ہونے کے بعد بالکل سفید ہو جاتے ہیں تو حضور ﷺ کے جو بال لال تھے وہ انیس بال تھے اور وہ بھی ایسے تھے جیسا کہ ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضوراکرم ﷺ تیل لگایا کرتے تھے تو تیل ان کو چھپا دیتا تھا۔"واراھن الدھن "تیل جو ہوتا ہے یہ بھی خضاب کا کام کرتا ہے۔جب تم تیل لگالو تو بال چمک جاتے ہیں اس لئے جن کے بال سفید ہو جاتے ہیں تو وہ جلدی جلدی تیل لگاتے ہیں تاکہ بال چھپ جائیں۔انسانوں کو بڑا شوق ہوتا ہے بالوں کو کالا کرنے کا، کوئی خضاب لگا رہا ہے، کوئی کیا کر رہا ہے۔دارالعلوم دیوبند میں ہمارے ساتھ ایک طالب علم پڑھتے تھے، جھنگ چنیوٹ کے تھے، نام معلوم نہیں، پتہ نہیں زندہ بھی ہیں یا نہیں، عجیب ساتھی تھا۔میں نے اتفاق سے طب پہلے پڑھ لی تھی، لوگ مجھ سے نسخے وغیرہ پوچھتے تھے، تو اس طالب علم کی شادی ہونے والی تھی، اس نے مجھ سے پوچھا کہ میری شادی ہونے والی ہے اور میرے بال سفید ہو رہے ہیں؟ مجھے ایک نسخہ معلوم تھا میں نے اس سے کہا دو تین انڈے کی زردی لے کر بالوں پر لگالو اور یہ بھی کہا تھا کہ لگا کر کچھ رکے رہو پھر نہالینا۔ اس نے انڈے کی زردی لگائی اور سبق میں آ گیا۔اس کے سر سے انڈے کی سخت بو آ رہی تھی میں نے

اس سے کہا کہ یہ کیا کیا؟ وہ کہنے لگا خود تو کہا تھا کہ انڈے کی زردی لگاؤ۔ تو میں نے اس سے کہا کہ میں نے کب کہا تھا کہ لگا کے سبق میں آجانا۔ اب زردی سر پر لگی ہوئی ہے اور بو آرہی ہے۔ انڈے کی زردی کا نسخہ تب کارآمد ہے جب بال وقت سے پہلے سفید ہو جائیں تو انڈے کی زردی سر پر لگا لی جائے اور گھنٹہ تک لگی رہے اور پھر نہا لیا جائے اور اگر آدمی جوارش جالینوس شروع سے کھاتا رہے، وہ بھی اس میں فائدہ دیتی ہے۔ ایک چمچ صبح کھالے تو پیٹ کو بھی ٹھیک کرے گی اور بالوں کو بھی فائدہ دے گی اس لئے کہ اس میں لوہا ہوتا ہے اور لوہا بالوں کو کالا کرتا ہے۔ ابھی تو آپ کی اکثریت کے بال کالے ہیں تو فکر نہیں جب آپ کے بال سفید ہونے لگیں گے تو آپ حضرات کو فکر ہو گی۔ یہ ہوتا ہے انسان کے ساتھ کہ جب تک بال کالے ہوتے ہیں تو عمر بھی کم بتاتے ہیں اور جب بال سفید ہوتے ہیں تو عمر زیادہ بتاتا ہے۔ تو اس میں بھی اپنی شان بتانا ہوتی ہے کہ دیکھو اتنی زیادہ عمر کا ہوں مگر میرے بال پھر بھی کالے ہیں یہ عجیب فطرت ہے۔ بہر حال حضور اکرم ﷺ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے اس کی ایک حکمت ملا علی قاریؒ نے لکھی ہے اول تو یہ بات ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی قوت تام تھی اس واسطے کہ بالوں کا تعلق قوت سے ہوتا ہے انسان جو غذا کھاتا ہے تو پہلے اس کا ہضم ہوتا ہے منہ میں دوسرا ہضم ہوتا ہے معدہ میں تیسرا ہضم ہوتا ہے جگر میں چوتھا ہضم ہوتا ہے آنتوں میں۔ چوتھے ہضم کا جو فضلہ ہوتا ہے وہ ہے بال اصل میں۔ چوتھے ہضم سے جو اصل مادہ بنتا ہے وہ منی ہوتی ہے اور اس کے بعد اس کا فضلہ رہتا ہے وہ ہے بال۔ تو حضور اکرم ﷺ کی جو قوت مردانی تھی وہ بھی غیر معمولی تھی جیسا کہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مجھے جنت کے مردوں جیسی طاقت دی گئی ہے اس لئے حضور ﷺ کے بال کالے تھے سفید نہیں ہوئے تھے۔

نکتہ عجیبہ: ملا علی قاریؒ نے بڑا عجیب نکتہ لکھا ہے وہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ بشر بھی تھے، آپ کی بیویاں بھی تھیں اور عورتوں کو سفید بال بہت برے لگتے ہیں۔ اور حضور ﷺ کی بیویوں میں کم عمر بھی تھیں مگر حضور ﷺ جہاں بشر تھے وہاں نبی بھی تھے اور آپ کی بیویاں بھی تھیں اور وہ بیویاں امتی بھی تھیں تو

اگر حضور اکرم ﷺ کے بال سفید ہو جاتے تو طبعاً ایک بُعد ہو جاتا اور امتی کا نبی سے بُعد پیدا ہو جانا یہ ایک بہت بری بات تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کے بال کالے رکھے، یہ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے۔

حدثنا حميد بن مسعدة البصری ثنا عبد الوها ب الثقفی عن حميد عن أنس بن مالک قال كان رسول الله ﷺ ربعة وليس بالطويل ولا بالقصير حسن الجسم و كان شعره ليس بجعد و لا سبط أسمر اللو ن اذا مشى يتكفأ

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ درمیانہ قد تھے نہ زیادہ طویل نہ ٹھگنے، نہایت خوبصورت معتدل بدن والے۔ حضور اکرم ﷺ کے بال نہ پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے، نیز آپ کا رنگ گندمی تھا۔ جب حضور ﷺ چلتے تو آگے کو جھکتے ہوئے چلتے۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ درمیانہ قد کے تھے لیکن مائل بہ طول تھے۔ " **ليس بالطويل**" نہ تو (بہت) طویل تھے۔ یہاں لفظ طویل کی صفت، بائن محذوف ہے جس کا مطلب ہے، لمبا تڑنگا ہونا۔ تو اس جگہ طویل سے مراد یہی ہے کہ لمبے تڑنگے نہ تھے۔ "**ولا بالقصير، حسن الجسم**" حضور ﷺ کا جسم بڑا خوبصورت تھا "**ان شعره ليس بجعد ولا سبط**" حضور اکرم ﷺ کے بال جو تھے وہ نہ تو بہت گھنگریالے تھے اور نہ بالکل سادہ اور سپاٹ۔

"**اسمر اللون**" حضور اکرم ﷺ کا جو رنگ تھا وہ مائل بسرخی تھا۔

اعتراض: **اسمر اللون** پر بعض حضرات نے اعتراض کیا ہے، کہ راوی نے مبالغہ کیا کیونکہ حضور ﷺ کا رنگ گندمی نہیں تھا بلکہ سفید تھا۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ حضور کا رنگ ایسا سفید تھا کہ جس میں سرخی کی آمیزش تھی، تو مائل بہ سرخی، اس کو **اسمر اللون** کہا۔

"**أذا مشىٰ يتكفأ**" جب حضور ﷺ چلتے تھے تو جھک کر چلتے تھے ہمارے مولانا بنوری صاحبؒ بیان کرتے تھے کہ میں نے اپنی عمر میں کسی شخص کو ایسا نہیں دیکھا جو کہ "**أذا مشىٰ**

یتکفأ‘‘ کی تفسیر ہو، جیسا کہ حضرت شاہ صاحب تھے۔ حضرت انور شاہ صاحبؒ ایسے چلتے تھے کہ یتکفأ کا مطلب سمجھ میں آجاتا تھا۔

’’ تکفا ‘‘ حضور ﷺ کی چال کو صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے بڑی عجیب بات لکھی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا جو حسن اور خوبصورتی تھی وہ تو بہت عالی تھی بہت اونچی تھی۔ صحابہؓ نے اپنے محدود پیرائے میں اس کو بیان کرنے کی کوشش کی۔ یہ بڑی اونچی بات ہے کہ اس کی ہزاروں صفحوں میں شرح ہوسکتی ہے۔ جب میں نے بتادیا کہ حضور ﷺ کا جسم، سراپا خود معجزہ تھا تو حضور اکرم ﷺ کا جسم کتنا خوبصورت ہوگا، لیکن صحابہؓ نے اس کو اپنے الفاظ میں بیان کرنے کوشش کی ہے کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ سے بڑی محبت تھی اور محبت کرنے والا اپنے محبوب کو بیان کرتا ہے، اب اس بیان کے اندر ظاہر بات ہے اگر ایک چیز عجیب ہو غیر متناہی ہو اور اس کو متناہی الفاظ سے بیان کیا جائے تو کچھ قصور تو رہ جاتا ہے۔ اس لئے صحابہ رضی اللہ عنہم نے جو حضور ﷺ کے چلنے کو بیان کیا ہے تو کہیں کہا ’’تکفأ‘‘، کہیں کہا ہے ’’یتقلع‘‘ کہیں کہا ’’یمشی بقوۃ ‘‘ تو حضور ﷺ کی چال میں تینوں صفتیں تھیں۔ ایک تو حضور ﷺ پاؤں جو اٹھاتے تھے اور رکھتے تھے تو قوت سے رکھتے تھے۔ اس کا تعلق بھی صحت سے ہوتا ہے آپ دیکھتے ہیں کہ بعض لوگ جو صحت مند ہوتے ہیں تو ان کے پاؤں اٹھانے اور رکھنے میں ایک قسم کی قوت ہوتی ہے اور جو کمزور صحت کے لوگ ہوتے ہیں وہ ایسے ہی چلتے ہیں جس سے کمزوری ظاہر ہوتی ہے اور پھر ان کے اندر تمسخر کا ایک خاص انداز ہوتا ہے جیسے کہ نسوانیت ہو، لیکن حضور ﷺ کی چال کے اندر سختی بھی تھی اور تیزی بھی تھی اور کچھ جیسے ہلکے سے جھک کر چلتے تھے اور اس کی مثال لوگوں نے کشتی سے دی ہے جیسے کشتی پانی کے اندر تیز چلتی ہے تو آگے سے ذرا خوبصورت سے انداز میں جھکی ہوئی ہوتی ہے۔ جیسا کہ ایک روایت میں ’’کأنما یمشی فی صبب‘‘ گویا آدمی کسی اوپر سے نشیبی زمین کی طرف آتا ہے تو جس طریقے سے چلتا ہے، حضور ﷺ اس طرح چلتے تھے تو

حضور ﷺ کی چال میں یہ سب صفات موجود تھیں۔

حدثنا محمد بن بشا ر یعني العبد ی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن أبي أسحٰق قال سمعت البر آء بن عا زب یقول کا ن رسول الله ﷺ رجلا مربو عا بعید ما بین المنکبین عظیم الجمة الیٰ شمحة أذنیه علیه حلة حمرا ء ما رأیت شیئا قط أحسن منه .

ترجمہ: حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ایک میانہ قد مرد تھے، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان اوروں سے قدرے زیادہ فاصلہ تھا، گنجان بالوں والے تھے جو کان کی لوتک آتے تھے، آپ پر ایک سرخ دھاری کا جوڑا یعنی لنگی اور چادر تھی۔ میں نے آپ سے زیادہ حسین کوئی چیز نہیں دیکھی۔

تشریح: حضور اکرم ﷺ درمیانہ قد کے تھے۔ مربوعاً اور ربعۃ کے ایک ہی معنی آتے ہیں۔

"**بُعید ما بین المنکبین**" یہاں دو روایتیں ہیں ایک "**بَعید ما بین المنکبین**" اور ایک روایت "**بُعید ما بین المنکبین**" اور یہی صحیح روایت ہے۔ تصغیر کا صیغہ ہے کہ حضور ﷺ کے کاندھوں کے درمیان کچھ دوری تھی۔ جب دونوں کاندھوں کے درمیان دوری ہوتی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ سینہ چوڑا ہے اور چوڑا سینہ علامت ہے بہادری کی اور اس بات کی کہ قلب میں ایمان وحکمت بھری ہوئی ہے۔ جیسا کہ دوسری روایت میں آیا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے قلب کو نکالا گیا اور اس کو دھویا گیا پھر **ملئت ایمانا و حکمة** یعنی حضور اکرم ﷺ کے قلب کو ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا تو اس لئے حضور ﷺ کا سینہ چوڑا تھا۔

"**عظیم الجمة**" اور آپ کے بال بڑے تھے حضور ﷺ کے بال تین قسم کے تھے جمہ، لمہ، وفرہ جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔

جمہ کسے کہتے ہیں اس کی تفسیروں میں اختلاف ہے اور یہ الفاظ مشترکہ میں سے ہے

لغت میں اس کے مختلف معانی ہیں۔ جمہ کہتے ہیں بڑے بالوں کو۔

"الیٰ شحمة اذنیه" اور وہ بال کانوں کی لوتک تھے۔ حضور ﷺ نے تین قسم کے بال رکھے ہیں۔ کبھی کانوں کی لوتک، کبھی انصاف اذنین تک اور کبھی کاندھوں تک۔ تینوں قسموں کے بال تھے، بال تو ایسی چیز ہے جو گھٹنے بڑھنے والی ہے کبھی ایسے کبھی ویسے۔ جیسے کبھی آپ لوگ حجامت کرواتے ہیں، کبھی بال رکھتے ہیں۔ اور حضور ﷺ نے عام طور سے بال رکھے ہیں جبکہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں دو قسم کے لوگ تھے، بعض بال رکھتے تھے اور بعض منڈواتے تھے لیکن حضور ﷺ نے جو حلق کروایا ہے وہ صرف حجۃ الوداع کے موقع پر کرایا اور حضور ﷺ نے عمروں کے اندر عام طور سے قصر کیا ہے بہرحال حضور ﷺ کے بال تھے اور علماً نے یہ بھی لکھا ہے کہ آدمی کے بال حج میں جتنے زیادہ ہوں اور وہ بال کٹوائے تو اتنا زیادہ ثواب ملے گا اس لئے کہ عبادت کا نشان پیدا ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ کو دو نشان پسند ہیں ایک جہاد کا نشان اور ایک عبادت کا نشان۔

"علیه حلة حمراء" حضور ﷺ کے اوپر سرخ جوڑا تھا لیکن لوگوں نے حلہ کی تفسیر یہ کی ہے کہ حضور ﷺ نے کبھی سرخ جوڑا نہیں پہنا بلکہ اس میں سرخ دھاریاں ہوتی تھیں۔ یمن سے ایک کپڑا آتا تھا جس کو حبرۃ کہتے تھے اس میں دھاریاں ہوتی تھیں پہلے زمانے میں یہاں بھی آتے تھے اب بند ہو گئے ہیں اب زمانہ آ گیا ہے ٹیرون وغیرہ کا پہلے زمانے میں جو کپڑے آتے تھے اس میں دھاریاں ہوتی تھیں۔

"ما رأیت شیئا قط أحسن منه" صحابی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے زیادہ اچھا کسی چیز کو نہیں دیکھا۔ ہمارے استاذ جن سے میں نے شمائل پڑھی "مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ" کہا کرتے تھے یہاں راوی نے کوئی تاویل نہیں کی، کوئی مبالغہ نہیں کیا ہے بلکہ فی الواقع حضور ﷺ سے اچھا کون ہوگا؟ آپ خود بتائیں جو کہتے ہیں کہ راوی نے یہاں مبالغہ کیا تو پھر حضور ﷺ سے اچھا کون ہے؟ چاند نہیں تھا، آفتاب نہیں تھا، ستارے زیادہ خوبصورت نہ تھے، اور کیا رہ گیا یہی

بڑی چیزیں ہیں، یہ حضور ﷺ سے اچھی نہیں ہیں تو واقعتاً صحابیؓ نے یہاں کوئی مبالغہ نہیں کیا بلکہ راوی نے حقیقت بتائی ہے کہ میں حضور ﷺ سے بہتر کسی چیز کو نہیں دیکھا۔

سوال: تم کہو گے کہ صاحب! قرآن میں تو حضور ﷺ کو چراغ کہا گیا ہے؟ "سراجا منیرا" تو ظاہر بات ہے اس کے مقابلے میں آفتاب بہت بڑا ہے؟

جواب: حضور ﷺ کو جو چراغ کہا گیا ہے اس لئے کہ ایک چراغ سے بہت سے چراغ جلتے ہیں، بنتے ہیں جبکہ آفتاب ومہتاب سے یہ ممکن نہیں کہ دوسرا آفتاب یا چراغ جل سکے یا بن سکے اور حضور ﷺ نے بہت سے چراغ بنا دیئے تھے ایک چراغ سے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ، عمر رضی اللہ عنہ، عثمان رضی اللہ عنہ، علی رضی اللہ عنہ یہ سارے حضور ﷺ کے چراغ تھے اس لئے حضور اکرم ﷺ کو سراج منیر کہا گیا۔

حدثنا محمود بن غيلان ثنا وكيع ثنا سفيان عن أبی اسحاق عن البراء بن عازب قال ما رأيت من ذی لمة فی حلة حمراء أحسن من رسول الله ﷺ له شعر يضرب منكبيه بعيد ما بين المنكبين لم يكن بالقصير ولا بالطويل .

ترجمہ: حضرت براء رضی اللہ عنہ سے یہ بھی روایت ہے کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو، سرخ جوڑے میں، حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ کے بال مونڈھوں تک آرہے تھے، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان کا حصہ زیادہ چوڑا تھا آپ نہ تو ٹھگنے تھے نہ زیادہ لانبے تھے۔

لمہ کسے کہتے ہیں؟ لمہ بھی بالوں کی قسم ہے بعض لوگ کہتے ہیں ایسے بال جو کانوں کے نصف تک ہوں، بعض لوگ کہتے ہیں کہ لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو کانوں کی لو سے تجاوز کر گئے ہوں، حضرت شیخ الحدیث صاحبؒ نے ترجمہ کیا ہے لمہ کا پٹھوں کے ساتھ، اردو میں ان کو پٹھے کہتے ہیں (ترجمہ) کہ میں نے کسی پٹھوں والے کو سرخ جوڑے میں حضور اقدس ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔

"له شعر يضرب منكبيه" اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں کہ جو کان کی لو سے نکل کر باہر آرہے ہوں۔ حضور ﷺ کے ایسے بال تھے جو منکبین تک آتے تھے یعنی کندھوں تک آتے تھے، کبھی کبھی بال بڑھ جاتے تھے تو کندھوں تک آتے تھے لیکن آج کل جو شاہ صاحبان بڑے بڑے بال رکھتے ہیں عورتوں کی طرح یہ بالکل ناجائز ہے۔ یہ تشبہ بالنساء ہے جو کہ ناجائز ہے جیسا کہ بعض لوگ شاہ صاحب کہلاتے ہیں اور فقیر پر تقصیر حبیب اللہ چشتی قادری سہروردی نظامی بڑے بڑے بال رکھے ہوتے ہیں، حضور علیہ السلام کے کندھوں کے بال ایسے نہیں تھے، عام طور سے حضور ﷺ کے بال کانوں کی لو تک تھے اور کبھی بڑھ جاتے تھے تو کندھوں تک آتے تھے۔

حدثنا محمد بن اسما عيل ثنا أبو نعيم ثنا المسعودی عن عثمان بن مسلم بن هر مز بن نا فع بن جبير بن مطعم عن علی بن أبی طا لب رضی الله عنه قال لم يكن النبی ﷺ بالطويل ولا با لقصير شثن الكفين والقدمين ضخم الرأس ضخم الكرا ديس طو يل المسربة اذا مشیٰ تكفأ كا نما ينحط من صبب لم أر قبله ولا بعده مثله ﷺ.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نہ زیادہ لانبے تھے نہ کوتاہ قد، ہتھیلیاں اور دونوں پاؤں پُر گوشت تھے۔ حضور ﷺ کا سر مبارک بھی بڑا تھا اور اعضاء کے جوڑ کی ہڈیاں بھی بڑی تھیں۔ سینہ سے لے کر ناف تک بالوں کی ایک باریک دھاری تھی۔ جب حضور ﷺ چلتے تھے تو ایسا لگتا گویا کسی اونچی جگہ سے نیچے کو اتر رہے ہیں حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس ﷺ جیسا نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور ﷺ سے بہت محبت تھی۔ آدمی کو جس سے محبت ہوتی ہے تو سراپا و حلیہ بیان کرتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ سے محبت تھی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو

بھی محبت تھی اوراس محبت کے کیفیات و درجات ہوتے ہیں جنہیں ہم نہیں جانتے ۔اس لئے کہ ہمارے دل محبت سے خالی ہیں ہم لوگوں کومحبت مال سے پیسوں سے ہے اوراگرکوئی اچھا آدمی ہے تواس کونمبروں سے محبت ہوگی کہ میرے نمبرزیادہ آجائیں۔اوراگراورزیادہ محبت ہوگی تواپنی بیوی سے ہوگی ۔ہم تواس محبت سے واقف ہی نہیں جواللہ سے ہوتی ہے اوراس کے رسول ﷺ سے ہوتی ہے۔حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نہ توبہت طویل تھے اورنہ قصیر۔

" شثن الکفین و القدمین "شثن یہ ہاتھ اور پاؤں کی صفات میں سے ہے،جیسا کہ امراؤالقیس نے بھی اپنے شعر میں ذکر کیا ہے

ہ وتعطو برخص غیرشثن کانه

أ ساریع ظبی أو مسا ویک اِسحل

ترجمہ شعر:اوراس کے ہاتھ پُرگوشت نہیں ہیں،گویا کہ وہ مقام ظبی کے کیڑے ہیں یامقام اِسحل کی مسواکیں ہیں۔

عربوں کی مسواکیں پتلی پتلی ہوتی ہیں ۔اب بھی مکہ،مدینہ میں پتلی مسواکیں ملتی ہیں،ایسی نہیں ہوتیں جیسا کہ ہمارے ہاں ڈنڈے ہوتے ہیں جنہیں عصا کہا جاتا ہے۔

شثن کا معنی عام طور پرغلیظ یعنی موٹے سے کرتے ہیں اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ نے شثن کا ترجمہ پُرگوشت سے کیا ہے کہ آپ کے ہاتھ اورقدمین پرگوشت تھے۔بعض لوگوں کے ہاتھ پاؤں سوکھے ہوتے ہیں ان سے مصافحہ کروتو ہاتھ چبھتے ہیں جبکہ بعض لوگوں کے ہاتھ پُرگوشت ہوتے ہیں ان سے مصافحہ کرو تو مزہ آتا ہے،اچھا لگتا ہے،ایسے ہی حضوراکرم ﷺ کے ہاتھ پُرگوشت تھے۔امرؤالقیس نے کسی عورت کی تعریف کی ہے،عورتوں کے ہاتھ پُرگوشت اچھے نہیں لگتے اور وہ بڑی نزاکت سے کسی چیزکو پکڑتی ہیں۔

"ضخم الراس ضخم الکرا دیس " حضور ﷺ کا سر بڑا تھا چونکہ مجمع حواس ہے سارے

حواس انسان کے سر میں ہوتے ہیں، بڑے سر کے ساتھ، مناسب جسم بہت اچھا لگتا ہے بعض لوگوں کے سر چھوٹے چھوٹے ہوتے ہیں جیسے شاہ ودولے ہوتے ہیں۔ سر کا بڑا ہونا علامت ہے سرداری کی، جیسا کہ اردو کی مثل ہے ''سر بڑا سردار کا، پیر بڑا گنوار کا'' بڑا سر سردار کا ہوتا ہے، جبکہ پاؤں بڑا ہونا علامت ہے گنوار پن کی، جیسا کہ بعض دکانوں میں بڑا جوتا لٹکا ہوتا ہے اور لکھا ہوتا ہے جس کے پاؤں آجائے مفت لے جائے۔ (الحاصل) سر بڑا ہونا علامت ہے سردار ہونے کی اور آپ ﷺ سید العالمین تھے لہٰذا حضور ﷺ کا سر مبارک بھی بڑا تھا۔

''**ضخم الکرادیس**'' کرادیس جمع ہے کردوس کی، کردوس کہتے ہیں **رأس العظم** کو۔ جوڑوں کے سرے بڑے بڑے تھے جن لوگوں کے جوڑ بڑے بڑے ہوتے ہیں ان کا جسم مضبوط ہوتا ہے۔

''**طویل المسربة**'' سینہ سے لے کر ناف تک ایک بالوں کی لکیر تھی کچھ بال یہاں کچھ بال صدغین میں تھے۔

مولانا عجیب بات فرماتے تھے جن کے بال بالکل نہ ہوں تو کہا جاتا ہے کہ مردانگی ان میں نہیں ہوتی اور بعض لوگوں کے جسم پر بہت بال ہوتے ہیں جیسے کہ ریچھ تو ایسے لوگوں میں شہوت اور بہیمیت زیادہ ہوتی ہے، غصہ بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے جسم پر بال نہیں اگائے، البتہ اظہار مردانگی کی خاطر کچھ بال حضور ﷺ کے جسم پر تھے جن میں سے ایک بالوں کی لکیر کا تذکرہ اس روایت میں موجود ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بال بھی حضور اکرم ﷺ کے جسم اطہر پر موجود تھے جن کا تذکرہ اور روایات میں آتا ہے۔

''**اذا مشیٰ تکفأ کانما ینحط من صبب**'' جب حضور ﷺ چلتے تھے تو جھک کر چلتے تھے گویا کہ آپ کسی نشیبی زمین سے اتر رہے ہیں۔

حدثنا سفیٰن بن وکیع حدثنا أبی عن المسعودی بهٰذا الاسناد نحو ہ بمعناه حدثنا احمد أحمد بن عبدة الضبی البصری وعلی بن حجر أبو جعفر محمد بن الحسین وهو ابن أبی حلیمة والمعنیٰ واحد قالوا ثنا عیسیٰ بن یو نس عن عمر بن عبد الله مو لیٰ غفرة قال حدثنی ابراهیم بن محمد من ولد علی بن أبی طا لب قال کان علی اذا وصف رسول الله ﷺ قال لم یکن رسول الله ﷺ بالطویل الممغظ ولا با لقصیر المتردد وکان ربعة من القوم ولم یکن با لجعد القطط ولا بالسبط کان جعد ا رجلا ولم یکن با لمطهم ولا با لمکثلم وکان فی وجهه تدویر أبیض مشرب أدعج العینین أهدب الاشفار جلیل المشا ش والکتد اجرد ذو مسربة شثن الکفین والقدمین اذا مشیٰ تقلع کا نما ینحط فی صبب اذا التفت التفت معا بین کتفیه خا تم النبو ة وهو خا تم النبین أجو د الناس صدرا واصدق الناس لهجة والینهم عریکة وأکر مهم عشیرة من راٰه بدیهة هابه من خالطه معرفة أحبه یقول ناعته لم أ ر قبله ولا بعده مثله ﷺ.قال ابو عیسٰی رحمه اللّٰہسمعت أباجعفر محمد بن الحسین یقول سمعت الا صمعی یقول فی تفسیر صفة النبیﷺ الممغط الذا هب طو لاً قال و سمعت أعرا بیا یقول سمعت الاصمعی یقول فی کلا مه تمغط فی نشابته أی مدّها مدا شدیدا والمتردد الداخل بعضه فی بعض قصرا وأما القطط فا لشدید الجعو دة والرجل الذی فی بیاضه حمرة والأ دعج الشدید سوادالعین والأ هدب الطویل الأشفا ر والکتد مجتمعة الکتفین وهو الکا هل والمسربة هوالشعرالدقیق الذی کأنه قضیب من الصدر الی السرة والشثن الغلیظ الاصابع من الکفین والقدمین والتقلع ان یمشی بقوة والصبب الحدور تقول انحدرنا فی صبوب وصبب وقوله جلیل

المشاش يريد رؤس المنا كب والعشرة الصحبة والعشير الصا حب و البدا هة المفاجا ة يقال بدهته بأمر أى فجئته .

ترجمہ: ابراہیم بن محمد جو حضرت علیؓ کی اولاد میں سے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ حضرت علیؓ جب حضور ﷺ کے حلیہ کا بیان فرماتے تو کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نہ زیادہ لانبے تھے نہ زیادہ پستہ قد بلکہ میانہ قد لوگوں میں تھے۔ حضور ﷺ کے بال نہ بالکل پیچدار تھے نہ بالکل سیدھے بلکہ تھوڑی سی پیچیدگی لئے ہوئے تھے، نہ آپ موٹے بدن کے تھے نہ گول چہرے کے البتہ تھوڑی سی گولائی آپ کے چہرے میں تھی، حضور ﷺ کا رنگ سفید سرخی مائل تھا آپ کی آنکھیں نہایت سیاہ تھیں اور پلکیں دراز، بدن کے جوڑوں کے ملنے کی ہڈیاں موٹی تھیں ایسے ہی دونوں مونڈھوں کے درمیان کی جگہ بھی موٹی اور پُر گوشت تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر بال نہیں تھے۔ آپ کے سینے سے ناف تک بالوں کی لکیر تھی۔ آپ کے ہاتھ اور قدم مبارک پُر گوشت تھے جب آپ تشریف لے چلتے تو قدموں کو قوت سے اٹھاتے گویا کہ پستی کی طرف چل رہے ہیں۔ جب آپ کسی کی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن کے ساتھ توجہ فرماتے۔ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔ آپ ختم کرنے والے تھے، نبیوں کے (سلسلے کو)۔ آپ سب سے زیادہ سچی زبان والے سب سے زیادہ نرم طبیعت والے تھے اور سب سے زیادہ شریف گھرانے والے، آپ کو جو شخص یک بارگی دیکھتا مرعوب ہو جاتا تھا، البتہ جو شخص پہچان کر میل جول کرتا تھا وہ آپ کے اخلاق کریمہ و اوصاف جمیلہ کا گرویدہ ہو کر آپ کو محبوب بنا لیتا تھا۔ آپ کا حلیہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اکرم ﷺ جیسا باجمال و باکمال نہ حضور ﷺ سے پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

حضور اکرم ﷺ کی حضرت علی رضی اللہ عنہ جب تعریف کرتے تھے تو کہتے تھے (لم يكن رسول الله ﷺ با لطويل الممغط ولا با لقصير المتردد و كان ربعة من القوم) بہت لمبے تڑنگے نہ تھے جیسا کہ بعض لوگ اتنے لمبے ہوتے ہیں کہ جیسے ان کو کسی نے کھینچ

کرلمبا کردیا ہو۔ ممغط کا معنی ہوتا ہے کھچا ہوا جیسا کہ محاورہ آگے آئے گا عرب لوگ استعمال کرتے ہیں "تمغط فی نشا بتہ" اس نے اپنی کمان کو زور سے کھینچا۔ اور بعض لوگ اتنے چھوٹے ہوتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کہ سر گردن میں آ گیا ہو اور گردن پیٹ میں آ گئی ہے، یہ کہلاتا ہے المتردد، "ولا با لقصیر المتردد" اور نہ ایسے پستہ قد تھے کہ بعض اعضاء بعض میں داخل ہوں۔ "ربعة من القوم "حضور ﷺ درمیانہ قد کے تھے۔

"لم یکن با لجعد "جَعُد ،جَعَد ،جَعِد با لکسر بالفتح با لسکون . حضور ﷺ کے بال بہت گھنگریالے یا بالکل سپاٹ نہ تھے بلکہ بالوں میں کچھ گھنگریالہ پن اور کچھ سپاٹ تھا۔ الرجل کہتے ہیں جس کے بالوں میں کچھ گھنگریالہ پن ہو اور کچھ سپاٹ ہوں، بالوں میں بھی اعتدال تھا۔

"ولم یکن بالمطهم "البا دی کثیر اللحم بہت موٹا آدمی تو ند نکلی ہوئی۔ اور حضور ﷺ کی تو ند نہیں تھی بلکہ سینہ اور پیٹ برابر تھا جیسا کہ آگے آئے گا اور پیٹ کا بڑا ہونا صحت خراب ہونے کی علامت ہے کہ ایسے آدمی کا ہاضمہ درست نہیں۔

"ولا با لمکلثم "مکلثم کہتے ہیں گول مٹول چہرے والے جیسا کہ چاند ہوتا ہے "وکان فی وجهه تدویر "اور حضور ﷺ کے چہرے میں گولائی تھی۔ تدویر کہتے ہیں اردو مین گولائی کو۔ "أبیض مشرب "حضور اکرم ﷺ سفید تھے لیکن اس میں سرخی کی آمیزش تھی۔

"أدعج العینین" کثیر سواد العینین حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں میں سیاہی زیادہ تھی اور مشہور ہے کہ سیاہ آنکھوں والوں میں وفا زیادہ ہوتی ہے۔ "أهدب الاشفا ر" اور پلکیں لمبی لمبی تھیں۔ اشفار پلکوں کو کہتے ہیں۔ جب پلکیں لمبی ہوتی ہیں تو آنکھیں زیادہ محفوظ ہوتی ہیں اس لئے کہ جب آنکھ خراب ہوتی ہے تو پلک اس کی گر جاتی ہے اور جس کی پلکیں چھوٹی اور کمزور ہوں تو یہ علامت ہوتی ہے آنکھوں کے خراب ہونے کی، اس طرح پلکوں کا لمبا ہونا

آنکھوں کی خوبصورتی کی علامت بھی ہوتی ہے۔

"جلیل المشاش والکتد" حضور ﷺ کی ہڈیوں کے سرے بڑے بڑے تھے۔اسی کو کرادیس کہا گیا ہے۔کتد سے مراد یہ ہے کہ کندھے جو کہ بازوؤں کے جوڑ ہیں وہ بڑے اور مضبوط تھے۔

"أجرد ذو مسربة" حضور ﷺ کا جسم بالوں سے خالی تھا۔اجرد ویسے تو اس گھوڑے کو کہتے جس کے بال کم ہوں اور ایسے گھوڑے کو کمو گھوڑا کہتے ہیں اور یہ بہت طاقتور ہوتا ہے۔مراد یہ ہے کہ آپ کے جسم اطہر پر بال بہت کم تھے۔"ذو مسربة" حضور اکرم ﷺ کے سینہ مبارک پر بالوں کی ایک لکیر تھی۔

"ششن الکفین والقدمین"، آپ کے ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت تھے۔جب حضور ﷺ چلتے تھے تو قوت کے ساتھ اور جھک کر چلتے تھے۔تقلع کے تینوں معنی آتے ہیں۔تیزی سے چلنا،قوت سے چلنا، جھک کر چلنا۔

"کأنما ینحط فی صبب واذا التفت التفت معاً" گویا کہ آپ اتر رہے ہیں نشیبی زمین سے،صبب اور صبوب کے معنی ہوتے ہیں نشیبی زمین۔اور جب آپ التفات کرتے تھے تو ایک ساتھ التفات کرتے تھے۔یعنی متکبرین کی طرح ترچھی نگاہ سے اور ایک مخصوص انداز دیکھنے کا،ٹیڑھی آنکھ کر کے نہیں دیکھتے تھے، بلکہ پوری طرح متوجہ ہوتے تھے۔

"بین کتفیه خاتم النبوة وهو خاتم النبیین" حضور ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ختمِ نبوت تھی اور یہ کب پیدا ہوئی؟ بعض حضرات نے یہ کہا کہ ولادت کے بعد سے موجود تھی اور بعض لوگوں نے کہا کہ نبوت کے بعد یہ مہر ظاہر ہوئی تھی۔

"أجود الناس صدرا" حضور ﷺ سینے کے لحاظ سے بڑے سخی تھے،علم اور مال دونوں کو پھیلا رہے تھے۔اور حضور ﷺ کی زبان بڑی سچی تھی۔

"وألينهم عريكة" اور طبیعت بہت نرم تھی، عریکہ کا معنی ہوتا ہے طبیعت۔ "وأكرمهم عشيرة" اور حضور اکرم ﷺ کریم تھے صحبت اور دوستی کے لحاظ سے۔ بعض لوگوں کی دوستی میں بد خلقی ہوتی ہے اور بعض لوگوں کی دوستی میں صحبت و شرافت ہوتی ہے تو حضور ﷺ کی دوستی میں بھی شرافت تھی۔

"من راٰه بداهة أو بديهة" اور جو شخص حضور ﷺ کو اچانک دیکھتا تو ہیبت میں پڑ جاتا "ومن خالطة معرفة أحبه" اور جو حضور ﷺ سے مخالطت کرتا، جان کر پہچان کر، تو حضور ﷺ سے محبت کرنے لگتا۔ اور حضور ﷺ کا وصف بیان کرنے والا یہ کہتا کہ میں نے حضور ﷺ سے پہلے اور نہ بعد، ان جیسا کوئی دیکھا۔

"قال أبو عيسىٰ رحمه الله سمعت أبا جعفر ......الخ ....يقول سمعت الاصمعي" اصمعی کا حوالہ دیا ہے امام ترمذی رحمہ اللہ نے، اس لئے کہ یہ لغت کے بہت بڑے امام تھے چونکہ حضور ﷺ کے حلیہ مبارکہ وغیرہ میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں وہ بہت مشکل ہیں اور یہ اصمعی امام لغت ہیں انہوں نے عربی لغت بہت محنت سے حاصل کی اور وہ اس طرح کہ یہ عرب کے دیہاتی علاقوں میں جاتے اور وہاں چکر لگاتے اور دیہاتی عوام کی گفتگو اور اشعار وغیرہ سنتے اور کئی سال اس طرح کرتے رہے۔ اور اصمعی عربی لغت میں سند ہیں۔ چونکہ شہروں کی زبان میں آمیزش ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ آج بھی اگر آپ پنجابی زبان سیکھنا چاہیں تو اصل پنجابی آپ کو دیہاتوں سے ملے گی (جیسا کہ سرگودھا میانوالی وغیرہ آپ چلے جائیں) اور اسی طرح اصل اردو آپ کو لکھنؤ اور دہلی کے دیہی علاقوں سے حاصل ہوگی تو امام ترمذیؒ کے شیخ ابو جعفر فرماتے ہیں کہ میں نے اصمعی کو کہتے سنا، صفت کی تفسیر میں، "الممغط" یعنی لفظ ممغط آیا تو بتا دیا "الذاهب طولاً" اور کہتے ہیں کہ میں نے سنا ایک دیہاتی کو کہ وہ اپنے کلام میں کہتا تھا تمغط فی نشابتہ۔ اس کا معنی ہیں کمان کو زور سے کھینچنا اور کمان کو جتنا زور سے کھینچا جائے تو تیر

اتنا ہی دور جاتا ہے جیسا کہ آجکل غلیل ہے اس کی ربڑ کو جتنا کھینچا جائے تو پتھر اتنا ہی دور جائے گا۔اور کمان وہی عمدہ ہوتی ہے جو کھنچ کر دوہری ہوجائے۔"تمغط فی نشابته" اس نے کمان کو بہت کھینچا ای مد ھا مدا شدید "والمتردد" بعض اعضاء بعض میں داخل ہوں قصر کی بناء پر "وأما القطط فا لشديدالجعودة" جس کے بال بہت گھنگریالے ہوں۔"والرجل الذی فی شعره حجو نة ای تثن قلیلاً" جس کے بال کچھ نہ کچھ گھچے دار ہوں۔"واما المطهم فا لبادن الخ" مطہم، جو بھاری جسم والاکثیراللحم ہو۔"والکتد مجتمعة الکتفین" دونوں مونڈھے جہاں جمع ہوتے ہیں۔"والمسربة هو الشعرالدقیق الذی کأنه قضیَب" اورمسربۃ یعنی بالوں کی ایک لکیر تھی گویا کہ وہ ایک باریک لکڑی یا باریک تلوار تھی۔قضیب باریک تلوار کو بھی کہتے ہیں اور بعض نے اس کا معنی کھجور کی ٹہنی کا بھی کیا ہے۔"والششنُ الغلیظ" یہ معنی درست نہیں ہے بلکہ ششن کا معنی پرگوشت ہونا ہے۔"والتقلع" تقلع کہتے ہیں آدمی قوت سے چلے،الصبب کہتے ہیں نشیبی زمین کو۔وقوله جلیل المشا ش یرید رؤس المنا کب . "والعشرة الصحبة" عشرہ کا معنی ہے ساتھ ہونا اس لئے ساتھی اوردوست کو عشیر کہتے ہیں،فلان عشیر لفلان. "البدا هة" اچانک۔

حدثنا سفیٰن بن و کیع قال ثنا جمیع بن عمیر بن عبد الرحمن العجلی املا ء علینا من کتا به قال أخبر نی من بنی تمیم من ولد أبی ها لة و کان وصافا عن حلیة رسول الله ﷺ وأنا أشتهی أن یصف لی منها شیئا أتعلق به فقال کان رسول الله ﷺ فخما مفخما یتلأ لؤ وجهه تلأ لؤ القمر لیلة البدر أطو ل من المربع وألقصر من المشذب عظیم الها مة رجل الشعر ان انفرقت عقیقته فرق والا فلایجا وز شعره شحمة أذنیه اذا هو وفره أزهر اللون واسع الجبین أزجّ الحواجب سوا بغ من غیر قرن بینهما عرق یدره الغضب أقنی العر نین له

نور يعلوه يحسبه من لم يتأمله أشم كث اللحية سهل الخدين ضليع الفم مفلج الاسنان دقيق المسربة كان عنقه جيد دمية فى صفاء الفضة معتدل الخلق بادن متماسك سواء البطن وا لصدر بعيد ما بين المنكبين ضخم الكرا ديس انو ر المتجرد مو صو ل مابين اللبّة والسرّة بشعر يجرى كا لخط عارى الثديين والبطن مما سوى ذلك اشعر الذرا عين والمنكبين وأعالى الصدر طويل الزندين رحب الراحة شثن الكفين والقدمين سا ئل الأطراف أو قال شائل الأطراف خمصان الأخمصين مسيح القد مين ينبو عنهما الما ء اذا زا ل زال قلعاً يخطو تكفيئا ويمشى هونا ذريع المشية اذا مشى كأنما ينحط من صبب واذا التفت التفت جميعاً خافض الطرف نظره الى الأ رض أكثر من نظره الملا حظة يسوق أصحابه ويبدء من لقيه با لسلام .

حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے حضور ﷺ کا حلیہ مبارکہ دریافت کیا۔اور وہ حضور ﷺ کے حلیے مبارکہ کو بہت ہی کثرت اور وضاحت سے بیان کرتے تھے۔مجھے یہ خواہش ہوئی کہ وہ ان اوصاف جمیلہ میں سے کچھ میرے سامنے بھی ذکر کریں تاکہ میں ان کے بیان کو اپنے لئے حجت اور سند بناؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو ذہن نشین کرنے اور ممکن ہو سکے تو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ماموں جان نے حضور ﷺ کے حلیے شریف کے متعلق یہ فرمایا کہ آپ خود اپنی ذات والا صفات کے اعتبار سے بھی شاندار تھے اور دوسروں کی نظروں میں بھی بڑے رتبے والے تھے،آپ کا چہرہ مبارک ماہِ بدر کی طرح چمکتا تھا،آپ کا قد مبارک بالکل متوسط آدمی سے کسی قدر طویل تھا مگر زیادہ لانبے قد والے سے پستہ تھا،سر مبارک اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔بال،مبارک کسی قدر بل کھائے ہوئے تھے اگر سر کے بالوں میں اتفاقاً مانگ نکل آتی تو مانگ رہنے دیتے ورنہ آپ خود مانگ نکالنے کا اہتمام نہ فرماتے تھے۔جس زمانے

میں حضور اکرم ﷺ کے بال مبارک زیادہ ہوتے تھے تو کان کی لو سے متجاوز ہو جاتے تھے۔آپ کا رنگ نہایت چمکدار تھا اور پیشانی کشادہ، آپ کے ابرو خمدار باریک اور گنجان تھے۔ دونوں ابرو جدا جدا تھے ایک دوسرے سے ملے ہوئے نہیں تھے، ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت ابھر جاتی تھی، آپ کی ناک بلندی مائل تھی اور اس پر ایک چمک اور نور تھا، ابتداء دیکھنے والا آپ کو بڑی ناک والا سمجھتا لیکن غور سے معلوم ہوتا کہ حسن و چمک کہ وجہ سے بلند معلوم ہوتی ہے ورنہ فی نفسہ زیادہ بلند نہیں ہے۔ آپ کی داڑھی مبارک بھرپور اور گنجان بالوں کی تھی، آنکھ کی پُتلی نہایت سیاہ تھی، رخسار مبارک ہموار ہلکے تھے، پر گوشت لٹکے ہوئے نہیں تھے، آپ کا دہن مبارک اعتدال کے ساتھ فراخ تھا آپ کے دندان مبارک باریک آبدار تھے اور ان میں سامنے کے دانتوں میں ذرا فصل بھی تھا، سینے سے ناف تک ایک بالوں کی لکیر تھی، آپ کی گردن مبارک ایسی خوبصورت جیسے مورتی کی گردن ہو اور رنگ میں چاندی جیسی صاف اور خوبصورت تھی، آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان قدرے زیادہ فصل تھا، جوڑوں کی ہڈیاں قوی اور کلاں تھیں، کپڑے اترنے کی حالت میں آپ کا بدن روشن اور چمکدار نظر آتا، ناف اور سینے کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں کی ایک دھاری تھی، اس لکیر کے علاوہ دونوں چھاتیاں اور پیٹ بالوں سے خالی تھا ،البتہ دونوں بازو اور کندھوں اور سینہ کے بالائی حصہ پر بال تھے، آپ کی کلائیاں دراز تھیں اور ہتھیلیاں فراخ، نیز ہتھیلیاں اور دونوں قدم گداز پُر گوشت تھے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں تناسب کے ساتھ لانبی تھیں۔آپ کے تلوے قدرے گہرے تھے اور قدم ہموار تھے کہ پانی ان کے صاف ستھرا اور ملاست کی وجہ سے ان پر ٹھہرتا نہیں تھا فوراً ڈھل جاتا تھا، جب آپ چلتے تو قوت سے قدم اٹھاتے اور آگے کو جھک کر تشریف لے جاتے، قدم زمین پر آہستہ پڑتا زور سے نہیں پڑتا تھا ۔آپ تیز رفتار تھے اور ذرا کشادہ قدم رکھتے تھے چھوٹے قدم نہیں رکھتے تھے، جب آپ چلتے تو ایسا معلوم ہوتا کہ گویا پستی میں اتر رہے ہیں، جب کسی طرف توجہ فرماتے تو پورے بدن

سے بھرپور توجہ فرماتے۔ آپ کی نظر نیچی رہتی تھی، آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کے، زمین کی طرف زیادہ رہتی تھی، آپ کی عادت شریفہ عموماً گوشہ چشم سے دیکھنے کی تھی یعنی غایت شرم وحیا کی وجہ سے پوری آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے تھے، چلنے میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو آگے کر دیتے تھے اور آپ پیچھے رہ جاتے جس سے ملتے سلام کرنے میں خود ابتدا فرماتے۔

بنو تمیم کا ایک آدمی تھا جو ابو ہالہ کی اولاد میں سے تھا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی زوجہ محترمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی پہلی شادی ہوئی تھی ابو ہالہ سے۔ جن سے ان کی اولاد بھی تھی اور یہ صاحب، اولاد میں سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی ہوئے اور حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے ماموں ہوئے ،اسی واسطے، سند میں خالی کا لفظ آیا ہے۔ ابو ہالہ کے ایک بیٹے ہند بن ابی ہالہ تھے جو حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ماموں تھے انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارکہ بہت یاد تھا اور لوگ ان سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بڑے شوق وذوق سنا کرتے تھے اور یہ جس مجلس میں بیٹھا کرتے تو لوگوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کرتے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ شمائل میں تین یا چار حدیثیں لائے ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے اور شمائل ترمذی کی جان ہیں اور مشکل ہیں۔ درحقیقت یہ ایک ہی طویل حدیث ہے جسے چار ٹکڑوں میں لائے ہیں۔ اور اس حدیث کی سب سے بہترین شرح کی علامہ خفاجی نے نسیم الریاض میں۔ شمائل ترمذی کے شرحوں میں اس حدیث کی تشریح اتنی اچھی نہیں جتنی قاضی عیاض رحمہ اللہ کی الشفاء کی شرح کرتے ہوئے علامہ خفاجی نے کی ہے جس کا نام نسیم الریاض ہے اور الشفاء فی حقوق المصطفیٰ، قاضی عیاض رحمہ اللہ کی بڑی عجیب محبت والی کتاب ہے اس کو پڑھنے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور شفاء کی دو شرح اور ہیں ایک علامہ خفاجی کی جنہوں نے بیضاوی کا حاشیہ بھی لکھا ہے اور دوسری ملا علی قاری رحمہ اللہ کی۔

حسن بن علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ماموں ہند ابن ابی ہالہ سے پوچھا، ”وکان وصافا الخ“ اور یہ ہند ابن ابی ہالہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصف اور حلیہ کو بہت کثرت سے بیان کرتے

تھے اور وصّاف مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی حلیہ مبارکہ بہت ذوق وشوق اور کثرت سے بیان کرتے تھے۔ "وأنا اشتهي أن يصف لي منها شيئا أتعلق به" حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ میرے ماموں میرے سامنے حضور کا وصف وحلیہ میں سے کچھ بیان کریں تاکہ میں اس کو یاد کرلوں۔ ویسے تو حسن وحسین رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ کو دیکھا تھا حضور ﷺ کی گود میں رہے تھے لیکن بسا اوقات دوسروں کی زبان سے کوئی بات سننے میں بڑا مزہ آتا ہے اس لئے حضرت حسنؓ نے کہا میرے سامنے حضور ﷺ کا حلیہ مبارکہ بیان کریں تاکہ میری روح اور میرا جسم اس سے سکون حاصل کریں اور آپ کے حلیہ کو یاد کروں اور دل میں بساؤں اور ان اوصاف جمیلہ کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ "فقال کان ....." تو کہا حضور ﷺ خود بھی شان والے تھے اور لوگوں کی نظروں میں بھی ذیشان تھے۔ فخم کہتے ہیں جو خود شان والا ہو اور مفخم کہتے ہیں جو لوگوں کی نظروں میں بھی شان والا ہو۔ جیسا کہ بعض لوگ خود تو ایسا حلیہ بناتے ہیں کپڑے اچھے پہنتے ہیں مگر لوگ انہیں اچھا نہیں سمجھتے۔ جبکہ حضور اکرم ﷺ خود بھی شان والے تھے اور لوگوں کی نظر میں بھی آپ کی شان بہت تھی۔

"يتلألؤ وجهه تلألؤ القمر ليلة البدر" حضور ﷺ کا چہرہ ایسا چمکتا تھا جیسا کہ چودھویں رات کا چاند چمکتا ہے۔ حضور ﷺ کا قد مبارک درمیانہ قد والے سے قدرے طویل تھا اور آپ بہت زیادہ لمبے قد والے سے چھوٹے تھے۔ مشذب کہتے ہیں کھجور کے اس لمبے درخت کو جس کی شاخیں اور پتے وغیرہ کاٹ دیئے گئے ہوں تو وہ خالی رہ جاتا ہے جیسا کہ کوئی لمبی لکڑی کھڑی ہو۔

"عظيم الهامة" حضور ﷺ کا سر بڑا تھا۔ ہامہ کھوپڑی اور سر کو کہتے ہیں۔

؎ نفلق هاماً من رجال أعزةٍ علينا وهم كانو اأعقوا وأظلموا

اور حضور اکرم ﷺ کے بال کچھ گھنگریالے اور کچھ سیاہ تھے۔

"انفرقت عقيقته فرق والا فلا" حضور اکرم ﷺ کے بالوں میں اگر مانگ نکل آتی تھی تو آپ نکالیتے تھے ورنہ نہیں نکالتے، پہلے آپ ﷺ مانگ نہیں نکالتے تھے جیسا کہ بخاری کی روایت ہے کہ پہلے آپ سدل کرتے تھے پھر بعد میں مانگ نکال لیتے تھے اگر نکل آتی سہولت سے ورنہ نہیں نکالتے جیسا کہ بعض لوگ آئینہ کے سامنے کھڑے ہوکر عورتوں کی طرح کتنی دیر مانگ نکالتے رہتے ہیں اوراس کا خوب اہتمام کرتے ہیں، حضور ﷺ ایسا نہیں کرتے تھے اگر سہولت سے مانگ نکل آتی تو نکال لیتے ورنہ چھوڑ دیتے۔"ان انفرقت عقيقته" یہاں پر حضور ﷺ کے بالوں کو عقیقہ کہا گیا ہے، ملاعلی قاریؒ نے ایک نکتہ لکھا ہے کہ درحقیقت عقیقہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے بعد ساتویں دن کٹتے ہیں اور یہاں پر حضور ﷺ کے بالوں پر عقیقہ کا اطلاق ہوا، وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور ﷺ کا عقیقہ ہوا ہی نہیں تھا جب حضور ﷺ سات دن کے ہوئے تو عبدالمطلب نے چاہا کہ حضور اکرم ﷺ کا عقیقہ کیا جائے لیکن اللہ رب العزت نے حضور اکرم ﷺ کو شرک والے عمل سے بچالیا، وہ اس طرح کے عرب جو بھی جانور ذبح کرتے تھے وہ کعبہ میں رکھے ہوئے بتوں میں کسی ایک نام پر ذبح کرتے تھے لیکن عبدالمطلب کے ذہن میں یہ آیا کہ چونکہ ان کے والد عبداللہ فوت ہو چکے ہیں لہذا اس کے عقیقے کی ضرورت ہی نہیں چنانچہ اس طرح حضور ﷺ کا عقیقہ ہوا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو بچالیا اس بات سے کہ حضور اکرم ﷺ کی طرف سے کوئی جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح ہوتو اس لئے حضور ﷺ کے بال وہی عقیقہ والے بال تھے۔

"أزهر اللون" حضور کا رنگ چمکدار تھا۔ ازہر اس سے زہراء ہے اور باب فتح سے زَهَرَ يَزْهَرُ کا معنی آتا ہے چمکدار ہونا۔"واسع الجبين" حضور اکرم ﷺ کی پیشانی کشادہ تھی۔کشادہ پیشانی علامت ہوتی ہے کرم وجود کی اور حلم کی۔"أزج الحواجب سوابغ" حضور ﷺ کے ابرو باریک کامل بغیر ملے ہوئے تھے۔یہ علامت ہوتی ہے کامل حسن کی، بعض

لوگوں کے ابرو ملے ہوئے ہوتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فرشتے نے کالی روشنائی پھیری۔

"بینهما عرق" ان دونوں کے درمیان ایک رگ تھی جس کو غصہ ابھار دیا کرتا تھا۔ درّیدرّ کے معنی دودھ دینے یا دودھ زیادہ ہونے کے بھی آتے ہیں مگر یہاں پر ابھارنے کے معنی میں ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کو غصہ آتا تھا تو وہ رگ ابھر آتی تھی۔

"أقنى العرنين له نور يعلوه" حضور ﷺ کی ناک بلند تھی اس پر ایک نور تھا جو زیادہ تر رہتا تھا اور جو غور نہیں کرتا تھا وہ گمان کرتا کہ حضور ﷺ لمبی ناک والے ہیں۔

"كث اللحية" حضور ﷺ کی داڑھی گھنی تھی۔

"سهل الخدين" حضور ﷺ کے رخسار ہموار تھے۔

"ضليع الفم" حضور ﷺ کا منہ چوڑا تھا اور جن کا منہ (مناسب) کشادہ ہو تو وہ لوگ فصیح ہوتے ہیں بولنے میں کچھ دقت محسوس نہیں کرتے اور بعض لوگ جنکے منہ ڈبیا کی طرح تنگ ہوتے ہیں اس طرح کے لوگ صاف بول نہیں سکتے۔

"مفلج الأسنان" حضور ﷺ کے دانتوں کے درمیان ذرا ذرا کشادگی تھی اور دانتوں میں ایک خاص آب ہوتی ہے جسے آب دنداں کہتے ہیں اور یہ دانتوں کا حسن ہوتا ہے، جو لوگ نسوار پان استعمال کرتے ہیں ان کے دانتوں سے آب ختم ہو جاتی ہے۔

"دقيق المسربة" (سینے سے ناف تک) بالوں کی ایک باریک لکیر تھی۔ حضور ﷺ کی گردن ایسی تھی جیسا کہ گڑیا کی گردن (بت یا مورتی کی گردن) دمیة بت کو کہتے ہیں تو جیسے بت کی گردن کو چھیل کر اور تراش کر خوب اہتمام سے تیار کرتے ہیں ایسے ہی حضور اکرم ﷺ کی گردن مبارک بھی بہت خوبصورت تھی، لیکن یہاں یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ عنق کا مشبہ بہ بت کو بنایا ہے؟ تو اس کو جواب یہ ہے کہ تشبیہ من کل الوجوہ نہیں ہوتی جیسا کہ زید کالاسد میں زید کو صرف وصف شجاعت کی وجہ سے شیر سے تشبیہ دی گئی حالانکہ زید کا جسم شیر جیسا نہیں، اسی طرح

یہاں پر بھی صرف حضور ﷺ کی گردن مبارکہ کو تشبیہ دی گئی کہ جس طرح دمیہ کی گردن خوبصورت ہوتی ہے اسی طرح حضور ﷺ کی گردن بھی خوبصورت تھی ۔(نکتہ) اور تشبیہ دینے میں بلاغت مقصود ہوتی ہے نہ کہ جواز عدم یا عدم جواز۔

" فی صفاء الفضة " اورآپ کی گردن چاندی جیسی صاف تھی (رنگ اور خوبصورتی میں) بعض لوگ سروں میں تیل لگاتے ہیں پھر نہاتے نہیں جس کی وجہ سے ان کی گردنوں پر میل جم جاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کی گردن مبارک ایسی نہیں تھی۔

"معتدل الخلق" حضور اکرم ﷺ جسم اور تخلیق کے اعتبار سے معتدل تھے۔

"بادن متماسک" حضور ﷺ کا جسم کچھ بھاری تھا مگر گھٹا ہوا تھا۔یعنی نہ بالکل سوکھے کانٹے کی مانند اور نہ ہی بہت موٹے کہ توند باہر نکلی ہو۔

"سواء البطن واصدر" حضور ﷺ کا پیٹ اور سینہ برابر تھا۔

"عریض حضور ﷺ کا سینہ چوڑا تھا۔

"بعید ما بین المنکبین" حضور ﷺ کے منکبین کے درمیان دوری تھی۔

"صخم الکرادیس" حضور ﷺ کی ہڈیاں بڑی بڑی تھیں۔

"انورالمتجرد" حضور ﷺ کا جو حصہ کپڑوں سے باہر رہتا تھا، وہ بھی نورانی تھا چمکدار تھا۔

"موصول ما بین اللبة والسرة بشعر یجری کالخط،عاری الثديين والبطن مما سوىٰ ذلک أشعر الذراعين والمنکبین" حضور ﷺ کی ناف اور سینہ کے درمیان ایک لکیر کی طرح سے بالوں ایک دھاری تھی ،حضور ﷺ کے ثدیین اور پیٹ پر بال نہیں تھے اس کے علاوہ بازو، کندھوں اور سینہ کے اوپر والے حصے پر بال تھے۔"طویل الذندین "،حضور ﷺ کی کلائیاں لمبی تھیں۔

"رحب الراحة" حضور ﷺ کی ہتھیلیاں چوڑی تھیں۔ راحۃ ہتھیلی کو کہتے ہیں۔

"شثن الكفين والقدمين" حضور ﷺ کے ہاتھ اور پاؤں پُر گوشت تھے۔

"سائل الأطراف او قال شائِل الأ طراف" حضور ﷺ کی انگلیاں لمبی تھیں۔

"خمصان الأخمصين" حضور ﷺ کے تلووں کے نیچے جگہ خالی رہتی تھی۔ اور یہ اچھی علامت ہوتی ہے اس لئے جن کے پاؤں نیچے سے بالکل برابر ہوں جیسا کہ اونٹ کا کھر ہوتا ہے تو ایسے لوگ زیادہ دوڑ نہیں سکتے اور چلنا بھی قدرے دشوار ہوتا ہے اور جن کے تلووں میں خلا ہو وہ زیادہ چل بھی سکتے ہیں اور آسانی سے دوڑ بھی سکتے ہیں۔

"مسيح القدمين" حضور ﷺ کے پاؤں بالکل صاف تھے۔ مسیح ممسوح کے معنی میں ہے یعنی بالکل صاف ستھرے، ہم لوگوں کی طرح نہیں تھے میل کچیل والے۔

"ينبو عنهما الماء" اس میں سے پانی بالکل سیدھا بہہ جاتا تھا۔ پاؤں میں پھٹن وغیرہ نہ تھی کہ کہیں تھوڑا سا پانی رک جائے۔

"اذا زال زال قلعاً" اور جب حضور ﷺ چلتے تھے تو مضبوطی سے پاؤں اٹھاتے تھے۔

"يخطو تكفياً ويمشي هو نا" حضور اکرم ﷺ پاؤں رکھتے تھے اور جھک کر چلتے تھے اطمینان کے ساتھ۔

"ذريع المشية" حضور ﷺ کی چال تیز تھی۔ ذریع کے معنی سریع۔

"كأ نما ينحط من صبب" اور جب آپ چلتے تھے تو گویا کسی نشیبی زمین سے اتر رہے ہیں۔

"اذا التفت التفت جميعاً" اور جب آپ التفات فرماتے تھے تو پورے طریقے سے التفات کرتے تھے۔

" خا فض الطرف نظره الی الأ رض أکثر من نظره الی السما ء "
حضور ﷺ کی نگاہ اکثر پست رہتی تھی، نیچی رہتی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی نگاہ زمین کی طرف زیادہ ہوتی تھی بہ نسبت آسمان کے۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے جیسا کہ تحویل قبلہ والے واقعہ میں ہے؟ اس کا جواب شارحین نے دیا ہے کہ حضور ﷺ کبھی کبھی انتظار وحی میں آسمان کی طرف دیکھا کرتے تھے عام طور سے عادت شریفہ نیچے دیکھنے کی تھی۔

"جل نظره الملا حظه " اس کی بہترین شرح علامہ بیجوری نے کی ہے یہ بیجور مصر کا ایک علاقہ ہے نہ کہ ہمارا باجوڑ کہاں کہ کوئی ملا منطق مشہور تھے۔ "جل نظره الملا حظة" اس جملہ کا معنی تو یہ ہے کہ آپ بند آنکھ سے دیکھتے تھے، ملاحظہ کہتے ہیں گوشہ چشم سے دیکھنا۔ (نکتہ) علامہ بیجوریؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے فرمایا، "ولا تمدن عینیک الی ما متعنا الخ " (کہ آپ دنیا کی چندروزہ زندگی کا سامان دیا ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے) اسی وجہ سے آپ ﷺ گوشہ چشم سے دیکھتے تھے۔

" یسوق أصحابه " حضور اکرم ﷺ اپنے ساتھیوں سے پیچھے چلتے تھے اور اپنے ساتھیوں کو آگے کر دیتے تھے۔ سائق پیچھے چلنے والے کو کہتے ہیں اور قائد آگے چلنے والے کو کہتے ہیں۔

"ویبدأ با لسلام " اور جو حضور ﷺ سے ملتا تھا یا آپ ﷺ جس سے ملتے تھے، سب سے پہلے سلام کرتے تھے۔

حدثنا أبو مو سیٰ محمد بن المثنی ثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن سما ک بن حرب قال سمعت جا بر بن سمرة یقول کان رسول الله ﷺ ضلیع الفم أ شکل العین منهو س العقب قال شعبة قلت لسماک ما ضلیع الفم قال عظیم الفم قلت ما أشکل العین قال طویل شق العین قلت قلت ما منهو س

العقب قال قليل لحم العقب .

جابر بن سمرة ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ فراخ ذہن تھے آپ کی آنکھوں کی سفیدی میں سرخ ڈورے پڑے ہوئے تھے ،ایڑی مبارک پر گوشت بہت کم تھا۔

اس حدیث میں جواشکل العین کی تفصیل طویل شق العین سے کی ہے وہ غلط ہے، اشکل العین کہتے ہیں جس کی آنکھوں میں سرخی کی آمیزش ہو۔

حدثنا هنا د بن السرى ثنا عبثر بن القا سم عن أشعت يعنى ابن سوار عن أبى اسحا ق عن جا بر بن سمرة قال رأيت رسول الله فى ليلة أضحيان وعليه حلة حمراء فجعلت انظر اليه والى القمر فهو عندى أحسن من القمر .

حضرت جابر بن سمرہ ﷛ فرماتے ہیں میں ایک مرتبہ چاندی رات میں حضور ﷺ کو دیکھ رہا تھا حضور ﷺ اس وقت سرخ جوڑا زیب تن فرماتے تھے، میں کبھی چاند کو دیکھتا اور کبھی آپ کو۔ بلآخر میں نے یہ ہی فیصلہ کرلیا کہ حضور اکرم ﷺ چاند سے کہیں زیادہ جمیل و حسین اور منور ہیں۔

حدثنا سفين بن وكيع ثنا حميد بن عبد الرحمن الروا سى عن زهير عن أبى اسحا ق قال سال رجل البرا ء بن عا زب أكان وجه رسول الله ﷺ مثل السيف قال لابل مثل القمر .

ابواسحاق کہتے ہیں کہ کسی شخص نے حضرت براء ﷛ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس ﷺ کا چہرہ مبارک تلوار کی طرح شفاف تھا، انہوں نے کہا نہیں بلکہ بدر کی طرح روشن گولائی لئے ہوئے تھا۔

حدثنا أبو داؤد المصا حفى سليمان بن سلم ثنا النضر بن شميل عن صا لح بن أبى الأ خضر عن ابن شها ب عن أبى سلمة عن أبى هريرة قال كان رسول الله ﷺ أبيض كانمأ صيغ من فضة رجل الشعر .

ابو ہریرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ اس قدر شاف شفاف حسین وخوبصورت تھے

گویا کہ چاندی سے آپ کا بدن ڈھالا گیا ہے، آپ کے بال مبارک قدرے خمدار گھنگریالے تھے۔
آپ ﷺ ایسے سفید تھے گویا کہ آپ کو چاندی سے ڈھالا گیا ہو اور آپ کے بال درمیانے تھے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد أنا الليث بن سعد عن أبى الزبير عن جا بر بن عبد الله أن رسول الله عرض عليّ الأنبيا ء فا ذا مو سىٰ عليه السلام ضرب من الرجال كأنه من رجال شنوئة ورأيت عيسى بن مر يم عليه السلام فا ذا أقرب من رأيت به شبها عروة بن مسعو د ورأيت ابرا هيم عليه السلام فاذا أقرب من رأيت به شبها صاحبكم يعنى نفسه الكريمه ورأيت جبرئيل عليه السلام فاذا أقرب من رأيت به شبها دحية .

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حضور اقدس ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرماتے تھے کہ مجھ پر سب انبیاء علیہم الصلوۃ السلام پیش کئے گئے یعنی مجھے دکھائے گئے پس حضرت موسیٰ کو میں نے دیکھا تو وہ ذرا پتلے دبلے بدن کے آدمی ہیں گویا کہ قبیلہ شنوءہ کے لوگوں میں سے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا تو ان سب لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں، عروہ بن مسعود ان سے زیادہ ملتے جلتے معلوم ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا تو میرے دیکھے ہوئے لوگوں میں سے میں خود ان کی ساتھ زیادہ مشابہ ہوں ایسے ہی جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو ان کے ساتھ زیادہ مشابہ لوگوں میں سے جو میری نظر میں ہیں، دحیہ کلبی ہیں۔

حد ثنا محمد بن بشا ر سفيٰن ابن و كيع معنىٰ واحد قالا أنا يزيد بن هارون عن سعيد الجريرى قال سمعت أبا الطفيل يقول رأيت رسول الله ﷺ وما بقى على وجه الأرض أحد راٰه غيرى قلت صفه لى قال كا ن أبيض مليحاً مقصداً صلوات الله وسلامه عليه .

ترجمہ: سعید جریری کہتے ہیں کہ میں نے ابوالطفیل رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ

حضور ﷺ کے دیکھنے والوں میں اب روئے زمین پر میرے سوا کوئی نہیں رہا۔ میں نے ان سے کہا کہ مجھے حضور ﷺ کا کچھ حلیہ بیان کیجیئے ۔انہوں نے فرمایا حضور ﷺ سفید رنگ تھے ملاحت کے ساتھ یعنی سرخی مائل اور معتدل جسم والے تھے۔

حدثنا عبد الله بن عبد الرحمن أنا ابرا هيم بن المنذر الحزا مى أنا عبد العزيز بن ثا بت الزهرى ثنى اسمٰعيل بن ابرا هيم ابن أخى مو سىٰ بن عقبة عن كريب عن ابن عبا س رضى الله عنهما قال كا ن رسول الله ﷺ أفلج الثنيتين اذا تكلم رأى كا لنو ر يخرج من بين ثنا يا .

ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے اگلے دانت کچھ کشادہ تھے یعنی ان میں کسی قدر ریخیں تھیں گنجان نہ تھے۔ جب حضور اقدس ﷺ تکلم فرماتے تو ایک نور سا ظاہر ہوتا جو دانتوں کے درمیان سے نکلتا تھا۔

حضور ﷺ کے دانتوں کے درمیان خلا تھا اور جب حضور ﷺ بات کرتے تھے آپ کے دانتوں سے روشنی نکلتی تھی۔

با ب ماجاء فى خاتم النبو ة

خاتم نبوت کے بارے میں بڑی بحث کی گئی ہے یہ حضور ﷺ کی ولادت سے تھی یا نبوت کے بعد آئی تھی ۔اس میں دونوں قول ہیں بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ ولادت کے وقت سے تھی اور خاتم نبوت کیا تھی؟ کتفین مبارک کے درمیان گوشت کا ایک ٹکڑا تھا، ابھرا ہوا جس میں تل تھے اور اس میں بالوں سے لکھا ہوا تھا "محمد رسول الله" یہ تھی خاتم نبوت اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ وفات کے بعد ختم ہوگئی تھی اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ موجود تھی دونوں قول ہیں۔ بہر حال خاتم نبوت وہ غدہ تھا ،ابھرا ہوا جس میں تل تھے اور کچھ بال سے تھے۔اسی بعض نے "زر الحجلة" سے اور بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے "بيضة الحمامة" سے تعبیر کیا ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد أنا حا تم بن اسمٰعيل عن الجعد بن عبد الرحمن قال سمعت السا ئب بن يزيد يقول ذهبت بی خالتی الی رسول الله ﷺ فقالت يارسول الله ان ابن أختی وجع فمسح رسول الله ﷺ راسی ودعا لی با لبركة وتو ضأ فشربت من وضو ء ه فقمت خلف ظهره فنظرت الی الخاتم الذی بين كتفيه فاذا هو مثل زرا لحجلة.

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ کو میری خالہ حضوراقدس ﷺ کے پاس لے گئیں اور عرض کیا کہ یہ میرا بھانجا بیمار ہے۔ حضوراقدس ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے دعائے برکت فرمائی اور حضور ﷺ نے وضوفرمایا تو میں نے حضوراقدس ﷺ کے وضو کا پانی پیا۔ میں حضور ﷺ کے پس پشت کھڑا ہوا تو میں نے مہر نبوت دیکھی جومسہری کی گھنڈیوں جیسی تھی۔

حدثنا سعيد بن يعقوب الطا لقانی أنا أيو ب ابن جابر عن سما ک بن حرب عن جا بر بن سمرة قال رأيت الخا تم بين كتفی رسول الله ﷺ غدة حمراء مثل بيضة الحمامة.

جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضوراقدس ﷺ کی مہر نبوت کو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان دیکھا جو سرخ رسولی جیسی تھی اور مقدار میں کبوتری کے انڈے جیسی تھی۔

" غدة حمراء "سرخ گوشت تھا جیسے کبوتری کا انڈہ۔

حدثنا أبو مصعب المد نی أنا يو سف ابن الما جشو ن عن أبيه عن عاصم بن عمر بن قتا دة عن جدته رميثة قالت سمعت رسول الله ﷺ ولو أشاء أن أقبل الخاتم الذی بين كتفيه من قربه لفعلت يقول لسعد بن معا ذ يوم ما ت اهتزله عرش الرحمن.

رمیثہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضوراقدس ﷺ سے یہ مضمون سنا اور میں اس وقت

حضور ﷺ کے اتنے قریب تھی کہ اگر چاہتی تو مہر نبوت کو چوم لیتی۔، وہ مضمون یہ ہے کہ حضور ﷺ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حق میں یہ ارشاد فرمار ہے تھے کہ ان کی موت کی وجہ سے حق تعالیٰ جل شانہ کا عرش بھی ان کی روح کی خوشی میں جھوم گیا۔

رمیثہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے حضور ﷺ سے سنا اور میں حضور ﷺ کے اتنا قریب تھی کہ اگر میں بوسہ دینا چاہتی خاتم نبوت کو تو ایسا کر لیتی، آپ ﷺ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرما رہے تھے کہ جس دن ان کی وفات ہوئی تو عرش رحمٰن نے بھی ان کی عظیم روح کا استقبال کیا اور جھوم اٹھا۔

حدثنا أحمد بن عبد ة الضبی وعلی بن حجر وغیر واحد قالو ا أنا عیسی بن یو نس عن عمر بن عبد اللهمو لیٰ غفرة قال ثنی ابرا هیم بن محمد من ولد علی بن أبی طا لب رضی اللہ عنہ قال کان علی رضی اللہ عنہ اذا وصف رسول الله فذکر الحدیث بطو له وقال بین کتفیه خا تم النبو ة وهو خا تم النبین .

ابراہیم بن محمد جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب حضور ﷺ کی صفت بیان کرتے تو یہ یہ صفتیں بیان کرتے اور حدیث مذکور سابق ذکر کی۔ منجملہ ان کے یہ بھی کہتے کہ حضور ﷺ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان مہر نبوت تھی اور آپ خاتم النبیین تھے۔

حدثنا محمد بن بشا ر أنا أبو عاصم أنا عزرة بن ثابت ثنی علبا ء بن أحمر ثنی عمر و بن أخطب الأ نصاری قال قال لی رسول الله ﷺ یا أبا زید ادن منی فا مسح ظهری فمسحت ظهره فوقعت أصابعی علی الخا تم قلت وما الخا تم قال شعرات مجتمعات.

علباء ابن احمر کہتے ہیں کہ مجھ سے عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ نے یہ قصہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے مجھ سے کمر ملنے کے لئے ارشاد فرمایا میں نے حضور ﷺ کی کمر ملنی شروع کی تو اتفاقاً

میری انگلی مہر نبوت پر لگ گئی۔علباء کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ مہر نبوت کیا چیز تھی انہوں نے جواب دیا کہ چند بالوں کا مجموعہ تھا۔

عمرو بن اخطب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے حضور اکرم ﷺ نے کہا کہ اے ابازید! میرے قریب ہو جا اور میری پیٹھ پر ہاتھ پھیر، میں نے آپ کی کمر پر ہاتھ پھیرنا شروع کیا تو (اتفاقاً) میری انگلیاں خاتم نبوت پر لگ گئیں۔علباء کہتے ہیں میں نے عمرو سے پوچھا مہر نبوت کیا چیز تھی؟ انہوں نے کہا کہ کچھ بالوں کا مجموعہ تھا۔

یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مختلف الفاظ میں اس کی تعبیر کررہے ہیں۔

حدثنا أبو عمار الحسين بن حريث الخزاعی أنا علی بن حسين بن واقد ثنی أبی ثنی عبد الله بن بريدة قال سمعت أبی ،بريدة يقول جاء سلمان الفارسی ألی رسول الله ﷺ حين قدم المدينة بمائدة عليها رطب فوضعها بين يدی رسول الله ﷺ فقال: سلمان! ما هذا فقال صدقة عليک وعلی أصحابک فقال ادفعها فانا لا نأكل الصدقة قال فرفعهافجاء الغد بمثله فوضعه بين يدی رسول الله ﷺ فقال ما هذا يا سلمان فقال هدية لک فقال رسول الله ﷺ لأصحابه ابسطوا ثم نظر الی الخاتم علی ظهر رسول الله ﷺ فاٰمن به وكان لليهود فاشتراه رسول الله ﷺ بكذا وكذا درهما علی أن يغرس لهم نخيلا فيعمل سلمان فيه حتی تطعم فغرس رسول الله ﷺ النخل الا نخلة واحدة غرسها عمر رضی الله عنه فحملت النخل من عامها ولم تحمل نخلة فقال رسول الله ﷺ ما شان هذه النخلة فقال عمر يا رسول الله أنا غرستها فنزعها رسول الله ﷺ فغرسها فحملت من عامه .

بریدۃ بن الحصیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ایک خوان لے کر آئے جس پر تازہ کھجوریں تھیں اور حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا یہ کیسی کھجوریں ہیں۔ عرض کیا کہ آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر صدقہ ہیں۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم لوگ صدقہ نہیں کھاتے اس لئے ہمارے پاس سے اٹھا لو۔ دوسرے دن پھر ایسا ہی واقعہ پیش آیا کہ سلمان کھجوروں کا طباق لائے اور حضور اقدس ﷺ کے سوال پر سلمان نے عرض کیا، یارسول اللہ یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے۔ حضور ﷺ نے صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ہاتھ بڑھاؤ۔ پھر حضور ﷺ کی پشت پر مہر نبوت دیکھی تو مسلمان ہو گئے۔ حضور ﷺ نے ان کو خریدا جبکہ بدل کتابت اتنے اتنے دراہم قرار پائے تھے اور نیز یہ کہ حضرت سلمان ان کے لئے کھجور کے درخت لگائیں گے اور ان درختوں کے پھل لانے تک ان کی خبر گیری کریں گے۔ پس حضور اقدس ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ درخت لگائے، حضور ﷺ کا معجزہ تھا سب درخت اسی سال لے آئے مگر ایک درخت نہ پھلا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اس کو کیا ہوا تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ یہ میں نے لگایا تھا، حضور اقدس ﷺ کے دست مبارک کا نہ تھا۔ حضور ﷺ نے اس کو نکالا اور دوبارہ اپنے دست مبارک سے لگایا۔ حضور ﷺ کا دوسرا معجزہ یہ ہوا کہ بے موسم لگایا درخت بھی اسی سال پھل لے آیا۔

حالانکہ کھجور کے درخت پر پانچ سال کے بعد پھل آتا ہے لیکن حضور ﷺ کا معجزہ تھا کہ ایک ہی سال میں پھل آ گیا۔

حدثنا محمد بن بشار أنا بشر بن الوضاح أنا أبو عقيل الدورقى عن أبى نضرة قال سألت أبا سعيد الخدرى عن خاتم رسول الله ﷺ يعنى خاتم النبوة فقال كان فى ظهره بضعة ناشزة .

ابونضرۃ کہتے ہیں کہ میں نے ابوسعید خدریؓ سے حضور ﷺ کی مہر نبوت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے یہ بتلایا کہ آپ کی پشت پر ایک گوشت کا ابھرا ہوا ٹکڑا تھا۔

حضور اکرم ﷺ کی پشت میں گوشت کا پارہ تھا ابھرا ہوا (اور کچھ بال تھے) "بضعة" کہتے ہیں پارہ گوشت کو اور " نا شزة " کہتے ہیں بلند کو۔

عن عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ:

فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ صحابہ کے درمیان بیٹھے تھے **فدرت هكذا** تو میں ایسے گھوم کر آپ کے پیچھے چلا گیا (یعنی طریقہ بتایا) تو آپ ﷺ جان گئے کہ میں کیا چاہتا ہوں، آپ ﷺ نے چادر کو پشت مبارک سے ہٹا دیا تو میں نے مہر نبوت کے مقام کو دیکھا جو کہ کتفین کے درمیان تھا اور مہر نبوت بند مٹھی کے مانند تھی، " **حو لها خيلان** " اس کے گرداگرد تل تھے جو ایسے موٹے موٹے تھے جسے کہ سے ہوتے ہیں۔ **فرجعت**، پس میں جس جگہ سے چلا تھا واپس اسی جگہ پر آ گیا یعنی حضور ﷺ کے سامنے اور میں نے کہا، **غفر الله لک یا رسول الله** کہ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے، جس پر حضور ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا "**ولک**" اور تیری بھی۔ **فقال القوم**، یہاں قوم سے کون مراد ہے، دو احتمالات ہیں، پہلا احتمال تو یہ ہے کہ قوم سے مراد عبداللہ بن سرجس رضی اللہ عنہ کے وہ ساتھی جن کو آپ حدیث مبارک سنا رہے تھے یعنی تابعین یا پھر یہ کہ اس سے مراد صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے دونوں احتمالات ہو سکتے ہیں۔ تو لوگوں نے کہا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے تمہارے لئے استغفار کیا؟ تو انہوں نے **نعم** میں جواب دیا کہ ہاں پھر فرمایا کہ تمہارے لئے بھی کیا ہے اور پھر آیت شریفہ کی تلاوت کی، "**فاستغفر لذنبک وللمؤمنين وللمؤمنات**" تو چونکہ اس آیت شریفہ میں حضور ﷺ کو جملہ مؤمنین مؤمنات کے لئے استغفار کرنے کا حکم دیا گیا تو یہ لوگ جو قوم کا مصداق ہیں یہ بھی اس دعاء مغفرت میں داخل ہوئے کیونکہ حضور ﷺ نے بلاشک اس آیت پر عمل کیا ہوگا۔

"باب ماجاء فی شعر رسول ﷺ"

حدثنا ہناد بن السری .... عن عائشه رضی الله عنها:

یہ بڑی مشکل حدیث ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اور حضور ﷺ ایک برتن سے نہاتے تھے اور (میں دیکھتی تھی کہ) حضور ﷺ کے سر پر بال، جمة سے زیادہ اور وفرة سے کم تھے۔ یہ روایت ابوداؤد شریف کی روایت سے متعارض ہے کہ یہاں فوق الجمة دون الوفرة ہے اور ابوداؤد شریف کی روایت میں فوق الوفرة دون الجمة۔ اس کا ایک جواب تو یہ دیا گیا کہ ابوداؤد کی روایت راجح اور یہ ترمذی والی روایت مرجوح۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جمة وفرہ اور لمہ ان تینوں کی تفاسیر میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس قسم کا ہے کہ جیسے بعض الفاظ مشترک ہوتے ہیں ضدین میں تو یہاں پر بھی ایسا ہے کہ بعض کا اطلاق بعض پر ہوتا ہے اور یہ الفاظ مشترک ہیں تینوں معانی کو۔ تیسرا جواب جو ہمارے استاد رحمہ اللہ نے دیا، بڑا عجیب ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہاں پر جو الفاظ آئے ہیں فوق اور دون کے تو یہ مشترک فی المعنی ہیں مطلب یہ کہ فوق اور دون دونوں کا مطلب زیادہ اور کم دونوں کا لیا جاتا ہے۔ تو اب اس صورت میں معنی دونوں روایات متعارضہ کا ایک ہو جائے گا کہ جمہ سے کم تھے اور وفرہ سے زیادہ یعنی درمیانی تھے۔

حدثنا محمد بن یحیی .... عن ام هانی رضی الله عنها:

اربع غدائر ...... حضور ﷺ کی چار چٹیاں تھیں۔ اشکال یہ ہوتا ہے کہ کیا مردوں کو عورتوں کی طرح چٹیا بنانا جائز ہے جبکہ یہ مشابہت ہے عورتوں کے ساتھ جس کی ممانعت حدیث میں وارد ہوئی ہے۔ جواب اس کا یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چٹیاں حقیقتاً چٹیاں نہ تھیں بلکہ عمامہ کے نیچے سے چار بالوں کی لٹیں نکل گئی تھیں بلا ارادہ، اسی کو راوی نے غدائر سے تعبیر کر دیا حالانکہ اس میں ارادہ کا دخل نہ تھا تو حضور ﷺ نے قصداً چٹیاں نہ بنائی تھیں۔

حدثنا محمد بن بشار .... عن ام هانی:

ذا ضفائر۔ وہی جو حضور ﷺ کے بالوں کی لٹیں تھیں ان کو ضفائر سے تعبیر کیا ضفائر وزناً اور معنًی غدائر کے مثل ہے۔

باب ماجاء فی ترجل رسول اللہ ﷺ:

عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

یکثر دھن راسہ وتسریح لحیتہ: یہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے سر میں کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے اور اپنی داڑھی میں کنگھا کیا کرتے تھے اور آپ ﷺ قناع استعمال فرمایا کرتے قناع اس کپڑے کو کہتے ہیں جو عمامہ کے نیچے رکھا جاتا ہے تاکہ عمامہ پر تیل وغیرہ نہ لگے **حتی کان ثوبہ ثوب زیات** ۔ یہاں تک کہ وہ کپڑا تیلی کا کپڑا معلوم ہوتا یعنی جس سے تیل بیچنے والا اپنے ہاتھ وغیرہ صاف کرتا ہے تو وہی کپڑا، قناع مراد ہے سارے کپڑے مراد نہیں اور پھر وہ کپڑا چکنا تو ہو جاتا تھا مگر میلا نہ ہوتا بلکہ میل کچیل سے تو آپ کو سخت نفرت تھی۔ تو چکنا ہونا دوسری بات ہے اور میلا ہونا الگ ہے۔

باب ماجاء فی شیب رسول اللہ ﷺ:

حدثنا محمد بن بشار عن قتادۃ رضی اللہ عنہ:

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے بال سفید نہیں ہوئے تھے مگر یہ کہ صدغین میں چند بال سفید ہوئے، مراد کنپٹیاں ہیں، اس لئے فرماتے ہیں کہ آپ نے خضاب کا استعمال نہیں فرمایا البتہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حناء اور کتم کے ساتھ خضاب کیا۔ حناء سرخ مہندی اور کتم اور وسمہ یہ کالی مہندی کو کہتے ہیں۔

حدثنا محمد بن المثنی .... عن سماک بن حرب:

اس روایت میں ہے کہ جب آپ ﷺ تیل لگاتے تو سفیدی چھپ جاتی اور جب آپ

تیل نہ لگاتے تو بالوں کی سفیدی چند بالوں میں ظاہر ہو جاتی تھی۔

حدثنا علی بن حجر...... عن ابی رمثة التیمی تیم الرباب قال......

حضرت ابو رمثہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کے ساتھ حاضر ہوا اور اس کو دکھایا کہ یہ نبی اللہ ہیں۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا اور (اس وقت) آپ پر دو سبز چادریں تھیں یعنی سبز رنگ کی دھاریاں ان دو کپڑوں پر تھیں اور آپ کے (چند) بالوں پر بڑھاپے کے آثار غالب آ رہے تھے اور وہ بال سرخ تھے (بجائے سفید کے، خضاب کی وجہ سے یا خلقة)۔

عن سماک بن حرب قال قیل لجابر بن سمرة رضی اللہ عنہ:

کسی نے ان سے پوچھا کہ حضور ﷺ کے سر میں سفید بال نہ تھے تو جواب دیا کہ سارے بال سفید نہیں ہوئے تھے، چند بال بس مانگ میں سفید تھے مگر وہ بھی ایسے کہ تیل ان کو چھپا دیا کرتا تھا جب بھی آپ تیل لگاتے تھے، واراهن الدهن یہ معاراة سے ہے معنی چھپانا، توریة بھی اسی سے ہے۔

باب ماجاء فی خضاب رسول اللہ ﷺ:

اس بات میں اختلاف مشہور ہے کہ آپ ﷺ نے خضاب کا استعمال فرمایا یا نہیں، حناء کا استعمال تو ثابت ہے مگر یہ استعمال بطور خضاب تھا یا بطور علاج جو حضرات خضاب کے استعمال کے قائل نہیں وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے حناء کا استعمال اس لئے فرمایا کہ آپ کو وہ جو خیبر کے موقع پر زہر دیا گیا تھا اس کا اثر دماغ میں گرمی کی صورت میں اکثر ظاہر ہو جاتا تھا تو آپ علیہ السلام مہندی کی ٹکیہ سر میں رکھ لیا کرتے جس کا اثر نیچے بالوں اور داڑھی تک آ جایا کرتا تھا بس یہی آپ کا خضاب سمجھ لیا گیا۔ امام ترمذی اور اسی طرح احناف کا رجحان بھی اسی طرف ہے کہ آپ نے شیب یعنی بڑھاپے کی وجہ سے خضاب کا استعمال نہیں فرمایا کیونکہ آپ کے سر اور داڑھی مبارک

میں کل سفید بالوں کی مقدار چودہ سے بیس تک تھی اور پھر یہ بھی مکمل سفید نہ تھے بلکہ سرخی مائل ہوجانے کی وجہ سے ان میں سفیدی کی چمک آ گئی تھی واللہ اعلم۔اب یہ ابورمثہ کی حدیث ہے یہ پہلے بھی دوسرے انداز سے گزری یہاں کلام کا ذکر ہے وہاں روایت کا ذکر تھا۔تو یہاں ہے کہ میں اپنے بیٹے کے ساتھ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور ﷺ نے سوال فرمایا کہ یہ تیرا بیٹا ہے؟ **فقلت نعم اشهد به** یہ دوطرح پڑھا گیا ہے مضارع سے متکلم کا صیغہ ہے اس صورت میں معنی ہوگا جی ہاں! میں اس کا گواہ ہوں یعنی میں گواہی دیتا ہوں اور دوسری صورت امر کی کہ آپ گواہ ہوجایئے کہ یہ میرا بیٹا ہے دراصل عرب میں دستور تھا کہ بیٹا جنایت کر کے بھاگ جائے تو باپ کو پکڑا جاتا تھا اور اسی طرح اگر باپ جنایت کا ارتکاب کر کے فرار یا غائب ہوجائے تو بیٹا ماخوذ ہوتا اسی رواج کی طرف ابورمثہ نے اشارہ دیا اور نبی کو گواہ بنایا۔اس پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا **لا یجنی علیک ولا تجنی علیه** کہ اس کی جنایت کا بدلہ تجھ پر نہیں اور نہ ہی تیری جنایت کا بدلہ اس پر ہے،تو یہاں آپ نے اس جاہلی قانون کو ختم فرمایا کہ اب اس پر عمل نہ ہوگا۔آگے راوی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کے چند بالوں کو سرخ دیکھا۔

حدثنا **ابراهیم بن هارون...... عن الجهذمة امرأة بشیر بن الخصاصیة:**

حضرت جہذمۃ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک دن حضور ﷺ کو گھر سے نکلتے دیکھا اس حال میں کہ آپ ﷺ بالوں کو جھاڑ رہے تھے۔(جیسا کہ نہا دھوکر آدمی اپنے بالوں کو جھٹکتا ہے کہ پانی نکل جائے)اور آپ نے غسل فرمایا تھا اور آپ کے بالوں میں روغ یا روع تھا یعنی مہندی کا اثر راوی کو شک ہے کہ روغ فرمایا یا روع (اکثر اہل لغت اور محققین محدثین نے اس کو عین مہملۃ کے ساتھ ذکر کیا ہے **قال الحافظ رحمه الله الروع لطغ میں زعفران بمعجمة الطین الکثیر.**

عن انس ﷛ قال رأیت شعر رسول اللّٰہ ﷺ مخضوبًا:

حضرت انس ﷛ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے بالوں کو خضاب کیا ہوا دیکھا۔

ویسے بھی آج اگر کہیں حضور کے بال موجود ہیں تو وہ سرخ رنگ ہی کے ہیں کہ اگر کالے بال کو بھی توڑ کر رکھ لیا جائے تو وہ کچھ عرصے بعد سرخ ہو جاتا ہے۔ آج پاکستان میں بھی روہڑی کے مقام پر حضور اکرم ﷺ کے بال ہیں یہ بات درست ہے اور اسی طرح وادی کشمیر کے بارے میں بھی معلوم ہوا کہ وہاں بھی بال موجود ہیں۔ باقی جو لوگوں نے گھڑ لیا تو وہ من گھڑت ہی ہے، جھوٹ ہے، یہ دو جگہ تو میں جانتا ہوں اور سنا ہے ترکی میں بھی کسی کے پاس ہیں، باقی ایسے ہی لوگوں کی باتیں ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب ماجاء فی کحل رسول اللّٰہ ﷺ

حدثنا محمد بن حمید الرازی...... عن ابن عباس رضی اللّٰہ عنہما:

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اثمد سے اکتحال کیا کرو یعنی اثمد سرمہ استعمال کیا کرو۔ کیونکہ یہ نگاہ کو تیز کرتا ہے اور (پلکوں کے) بال (بھی) اُگاتا ہے (جو نگاہوں کے لئے باعث قوت بھی ہے اور باعث حسن بھی ہے) حضرت یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے پاس ایک سرمے دانی بھی تھی جس سے رات کو سوتے وقت تین تین سلائیاں ہر آنکھ میں لگاتے۔

مکحلة بضم المم والحاء پڑھا جاتا ہے کیونکہ اسم آلہ ہے اور قیاس کا تقاضہ یہ تھا کہ بکسر المیم آتا ولکنه من النوادر بعض روایات میں سرمہ ڈالنے کا طریقہ مختلف آیا ہے کہ دائیں آنکھ میں تین اور بائیں آنکھ میں دو دفعہ کہ ایک ایک سلائی باری باری ایک ایک

آنکھ میں ڈالی جائے اور اختتام دائیں آنکھ پر ہو، یہ مختلف اوقات پر محمول ہوسکتا ہے طریقے دونوں ہیں البتہ حافظ ابن حجر اور ملا علی قاری رحمہم اللہ نے اول صورت کو راجح قرار دیا ہے۔

آگے متعدد روایات ذکر ہیں جن میں اثمد سرمہ کی ترغیب آئی ہے۔ شیخ الحدیث صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اثمد ایک خاص سرمہ ہے جو سیاہ سرخی مائل ہوتا ہے بالکل کالا نہیں ہوتا بلاد مشرقیہ میں پیدا ہوتا ہے بعض علماء اس سے اصفہانی سرمہ مراد لیتے ہیں اور بعض نے توتیا بتایا ہے۔ یہ سرمہ میرے پاس ہے یہ کالا نہیں ہوتا کوئی حج کو جائے تو اس سے منگوایا جاسکتا ہے، وہاں بکثرت ملتا ہے۔

اثمد: دو لغات ہیں، ہمزہ کے ضمہ اور کسرۃ دونوں کے ساتھ آتا ہے البتہ میم دونوں صورتوں میں مکسور ہے کذا فی لسان العرب ومختار الصحاح۔

باب ماجاء فی لباس رسول اللہ ﷺ:

حدثنا ابو عمار الحسن بن حریث عن اسماء بنت یزید ...... الخ

گذشتہ احادیث میں گزرا کہ **احب الثیاب الی رسول اللہ ﷺ القمیص**، آپ کو قمیص بہت پسند تھی، لباس میں، کیونکہ قمیص کو پہننا بھی آسان اتارنا بھی آسان، آدمی سہولت بھی محسوس کرتا ہے اور آسانی سے سنبھل بھی جاتی ہے بخلاف چادر وغیرہ کے کہ سنبھالنا پڑتا ہے یہ تمام روایات حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی تھیں البتہ یہ روایت اسماء بنت یزید کے طریق سے ہے جس میں آپ علیہ السلام کی قمیص کی کیفیت کو بیان کیا گیا۔ "کُم" یہ آستین کو کہتے ہیں تو فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کے کرتے کی آستین پہنچے تک ہوتی تھی۔ یہ جو ہاتھ کی ہڈی ہے اُبھری ہوئی اس کو پہنچا کہتے ہیں۔ بعض دوسری روایات میں پہنچے سے زائد ہونا بھی معلوم ہوتا ہے، علماء نے اس کے متعدد جواب ارشاد فرمائے بہتر یہ ہے کہ زائد والی احادیث کو بیان جواز اور

خاص حالت پر محمول کیا جائے مثلاً سردی کا زمانہ ہو یا کوئی خاص لباس مثلاً چوغہ ہو اور " رسغ" والی روایات کو سنت پر محمول کیا جائے کہ عام حالات میں پہنچوں تک ہی آستین ہوا کرتی تھی۔ مولانا خلیل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بذل المجهود میں اسی قول کو لیا ہے۔ واللہ اعلم۔

حدثنا الحسين بن حريث عن معاوية بن قرة عن ابيه ...... الخ

حضرت قرۃ بن ایاس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں قبیلہ مزینہ کی ایک جماعت کے ساتھ بیعت کے لئے حاضر ہوا (تو میں نے دیکھا کہ) حضور ﷺ کے کرتے کا کرگریبان کھلا تھا یا فرمایا کہ کرتے کا بٹن کھلا تھا (زر بٹن، گھنڈی کو کہتے ہیں) تو حضرت قرۃ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنا ہاتھ حضور ﷺ کے گریبان میں داخل کیا پس (اس طرح سے کہ) میں نے خاتم نبوت کو مس کیا یعنی اس پر ہاتھ پھیرا۔ کتنے بڑے اور مبارک لوگ تھے کہ براہ راست حضور کو دیکھا اور جسم کو مس بھی کیا۔

حدثنا علان بن حميد ...... عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ حضرت اسمہ پر سہارا لگائے ہوئے مکان سے باہر تشریف لائے اس وقت حضور ﷺ پر ایک یمنی چادر تھی جس میں حضور ﷺ لپٹے ہوئے تھے پس حضور ﷺ نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔

قِطْری: یہ قَطَر کی طرف منسوب ہے اور اعراب خلاف قیاس ہیں **وهو نوع من البرود اليمنية يتخذ من القطن وفيه حمرة واعلام مع خشونة.**

وقال عبد بن حميد قال محمد بن الفضل......:

محمد بن فضل کہتے ہیں کہ یحیٰی بن معین نے میرے پاس بیٹھتے ہی اس حدیث کو مجھ سے

دریافت کیا، میں نے سنانا شروع کیا تو فرمانے لگے، کاش اپنی کتاب سے بتاتے تا کہ اور اطمینان ہو جاتا۔ محمد بن فضل کہتے ہیں کہ میں کتاب لینے کے لئے اندر جانے لگا تو یحییٰ بن معین نے میرا کپڑا پکڑ لیا اور کہنے لگے پہلے حفظ ہی سناتے جاؤ، موت وحیات کا کچھ بھروسہ نہیں کتاب دیکھ کر دوبارہ سنا دینا پتہ نہیں پھر مل سکوں یا نہیں، محمد بن فضل کہتے ہیں کہ پہلے میں نے حفظ اور پھر دیکھ کر حدیث سنائی۔ اس واقعہ سے ان حضرات کے شغف حدیث اور استحضاد موت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حدثنا عبد بن حميد...... عن قيلة بنت مخرمة ...... الخ

قیلہ بنت مخرمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں حضور اکو اس حال میں دیکھا کہ آپ پر دو پرانی چادریں تھیں جو زعفران میں (کبھی) رنگی گئیں تھیں مگر (اب) زعفران کا اثر ان پر نہ رہا تھا (سوائے معمولی رنگ کے)۔

اسمال: سمل کی جمع ہے جیسے اسباب، سبب کی۔ پرانے کپڑے کو بولتے ہیں **ملیین** یہ بھی پرانا ہونے کے معنی میں ہے اور اضافت بیانیہ ہے۔ تو گویا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر مرد ہلکا زعفرانی کپڑا پہن لے تو اس کی اجازت ہے۔

وقد نفضته: اى الاسمال وفى نسخة نفضتا وحذفت المفعول ويجوز ان يكون من قولهم نفض الثوب نفضا اى ذهب بعض لونه من الصفرة والحمرة وفى الحديث قصة طويلة، یہ قصہ دو ورق کا ہے جس کو امام ترمذی رحمہ اللہ نے اختصار کی وجہ سے چھوڑ دیا کیونکہ اس کا کتاب اللباس سے کوئی تعلق نہیں۔ اس قصے میں مذکور ہے کہ آپ ﷺ دو پرانے کپڑوں میں بیٹھے تھے کہ خود حضرت قیلۃ یا کسی اور شخص کی نظر آپ پر پڑی تو رعب کی وجہ سے کانپنے لگے، آپ نے سکون کا ارشاد فرمایا تب جا کر رعب ختم ہوا۔

باب ماجاء فی عیش رسول اللہ ﷺ

حدثنا قتیبة عن مالک بن دینار ......:

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی روٹی اور گوشت سے پیٹ نہ بھرا الّا یہ کہ حالت ضفف پر، ضفف کے معنی کثرت الایدی کے ہیں جس کو ہم دعوت کہتے ہیں۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ مجھے ضفف کے معنی سمجھ میں نہ آئے تو میں نے ایک بدوی سے اس کا مطلب پوچھا تو وہ کہنے لگا اس کا مطلب ہے کہ کوئی شخص بہت سے لوگوں کے ساتھ کھانا کھائے۔ تو وہی مطلب ہوگا دعوت کا۔ حضور ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ ویسے تو پیٹ بھر کر کھانا نہ کھاتے کہ وہاں تو کھلانے کا رجحان تھا لیکن جب کوئی حضور ﷺ کے پاس مہمان آجاتا تو اس کی رعایت سے دیر تک کھاتے رہتے تاکہ مہمان شکم سیر ہوجائے بعض لوگوں سے یہ مطلب بھی لیا کہ حضور جب کسی کے یہاں مہمان ہوتے تو زیادہ کھاتے۔ مگر یہ مطلب اچھا نہیں کہ اس میں بے ادبی کا پہلو بظاہر نکلتا ہے البتہ بنظر غائر دیکھا جائے تو عیب نہیں کیونکہ اس زمانے میں جو کہ تنگی ترشی کا زمانہ تھا اس بات کا شائبہ اور گمان حضور کے بارے میں نہیں کیا جاسکتا کہ آپ گھر میں اس لئے کم کھاتے کہ نعوذ باللہ بخل تھا بلکہ وہاں تو ہوتا ہی نہ تھا بلکہ جو آتا خرچ فرما دیا کرتے اپنے واسطے کل کے لئے نہ چھوڑتے اور جب ہی یہ بات تھی کہ پیٹ بھر کر کھانے کی نوبت تب بھی آتی جب کہ اجتماعی طور پر سب مل کر کھاتے، اس صورت میں یہ عیب نہیں بلکہ وصف حمید بن جائے گی کہ زہد پر دال ہے۔ واللہ اعلم

باب ماجاء فی خف رسول اللہ ﷺ

یہاں امام ترمذی رحمہ اللہ نے دو حدیثیں ذکر فرمائیں ایک میں نجاشی کے ہدیہ کا ذکر ہے دوسرے میں دحیہ کلبی کے ہدیہ کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث سے ایک مسئلہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ کافر کا ہدیہ قبول کرنا جائز ہے البتہ بعض شرائط کا التزام کیا جائے گا یہاں نجاشی جو اس ہدیہ کے

وقت مسلمان نہ ہوئے تھے ان کا نام اصحمہ تھا دوسری حدیث میں دحیہ کلبی کے ہدیہ کا ذکر ہے جس میں خفین کا ذکر تو ہے ہی البتہ بعض روایات میں جبہ کا اضافہ بھی ملتا ہے۔ ہما کی ضمیر میں دونوں احتمال ہیں اگر پہلی روایت کو لیا جائے جس میں صرف خفین کا ذکر ہے تو ہما کی ضمیر کا مرجع دو موزے علیحدہ علیحدہ ہوں گے جبکہ جبہ کے اضافے کی صورت میں ضمیر کا مرجع خفین بحیث ملبوس واحد اور ساتھ جبہ دو ملبوس ہوئے تو ہما کی ضمیر ذکر کی۔

اذکی هما ام لا: اس سے احناف کے مسلک کی تائید بھی ہوجاتی ہے کہ بعد دباغت مذبوح غیر مذبوح تمام جانوروں کی کھال جائز ہے سوائے خنزیر اور انسان کے کہ کسی صورت نفع اُٹھانا جائز نہیں۔ تفصیل فقہ کی کتابوں میں مذکور ہے وہاں مراجعت کر لی جائے۔

''ذکی'' صفت کا صیغہ ہے بمعنی مفعول ہے اور عامل ہے ''ھما'' ضمیر کا اور ''ھما'' کی ضمیر میں دو احتمالات کا تذکرہ ماقبل میں آ گیا۔

باب ماجاء فی نعل رسول اللّٰہ ﷺ

قبالان: قبال بکسر القاف وبالموحدة زمام النعل چپل کی پٹی یا تسمہ جس میں پاؤں کو پھنسایا جاتا ہے۔

مثنی شراکھما: یہ قبالان کی تشریح ہے اور اس کی کیفیت کا بیان ہے۔ مثنی یہ مثنی بھی پڑھا گیا، میم کے ضمہ اور نون کی تشدید کے ساتھ تفعیل سے مفعول کا صیغہ ہے اور مثنی میم کے فتحہ، نون کے کسرہ اور یاء کی تشدید کے ساتھ بھی پڑھا گیا، اس صورت میں مجرد سے مفعول کا صیغہ ہوگا۔

شراک: چمڑے کا تسمہ، جوتی کے قبال دوہرے تسمے پر مشتمل تھے یعنی ہر ہر قبال میں دو دو شراک ہوئے۔

نعلین شریف کی تفصیل اور مکمل نقشہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ کی تالیف ''زاد السعید'' میں مفصل مذکور ہے۔ فلیراجع

حدثنا احمد بن منیع ...... عیسی بن طھمان قال اخرج الینا الخ

فرماتے ہیں کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے ہمیں دو جوتے نکال کر دکھائے جن پر بال نہ تھے بعد میں ثابت نے ہمیں بتایا کہ یہ حضور ﷺ کے نعلین شریف تھے۔

جرداوین : ایسے نعلین جن پر بال نہ تھے، عرب میں چونکہ سادگی بہت زیادہ تھی اس لئے چمڑے کو دباغت دینے کے بعد بغیر بال اُتارے بھی جوتے بنا لئے جاتے تھے اور اگر تھوڑا زیادہ اہتمام ہوتا تو بال چمڑے پر سے صاف کر لئے جاتے تھے اگلی حدیث میں جو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے اس میں نعل سبتیہ کا تذکرہ ہے جو کے بغیر بالوں کے ہوتے تھے تو گویا دونوں طرح کے نعلین پہننا حضور سے ثابت ہوا۔

حدثنا احمد بن منیع .... من سمع عمرو بن حریث .... الخ

فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو ایسے نعلین میں نماز پڑھتے دیکھا جو دوسرے چمڑے سے سلے ہوئے تھے۔

مخصوفتین کے دو مطلب ہو سکتے ہیں:

ایک تو یہ کہ اس کی تلی دوہری تھی یعنی دو چمڑوں کو اوپر تلے رکھ کر سیا گیا تھا **فمعناہ انھا کانتا مخزوز تین۔**

دوسرا مطلب ملا علی قاری رحمہ اللہ نے یہ بیان کیا کہ نعل شریف ٹوٹ گئی تھی جس کو دوسرا چمڑا املا کر سیا گیا۔ جیسا ہمارے ہاں بھی رواج ہے دوسرا چمڑا املا کر سینے کا یہ مطلب راجح ہے اگرچہ اکثر شراح نے پہلا مطلب بیان کیا ہے۔ **واللہ اعلم**

حدثنا اسحٰق بن سے الانصاری ...... عن ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ایک جوتا پہن کر چلنے سے منع فرمایا یا تو دونوں پہنے یا دونوں اُتار کر چلے۔ یہ حدیث مشکل ہے، اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی

حدیث جامع ترمذی میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ ایک چپل میں بھی چل لیتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ استمرار مشی سے منع کیا البتہ اگر کوئی شخص ایک دو قدم جوتی کو تلاش کرنے کے لئے چلے تو کوئی مضائقہ نہیں یا نہی یہ ارشاد کے لئے ہے کہ ایسا فعل بظاہر قبیح محسوس ہوتا ہے اور جواز کی دلیل میں حضرت علی اور ابن عمر رضی اللہ عنہم کا فعل کافی ہے۔

دوسرا اشکال: یہ ہے کہ صحیحین کی روایت میں آتا ہے کہ ایک انصاری نے آپ کو اس طرح سے مخاطب کیا **یا خیر من یمشی بنعل فرد** یعنی اے سراپا خیر! جو ایک جوتی میں (بھی) چل لیتے ہیں۔

جواب اس کا یہ ہے کہ نعل سے مراد نعل غیر مخصف ہے یعنی جس چپل یا جوتے کا پے تا وادہرا نہ ہو بلکہ اکہرا ہو اور وجہ یہ ہے کہ عرب میں رقۃ النعل یہ ممدوح تھی۔

اس حدیث کے ذیل میں علماء نے ایک موزہ اور ایک آستین کو بھی داخل کیا غرض جو طریق معتاد ہو وہی اچھا ہے اگر شریعت کے دائرہ میں ہو اور غیر معتاد سے حتی الامکان بچنا چاہئے۔

باب ذکر خاتم رسول اللہ ﷺ

احادیث کے اختلاف سے پتہ چلتا ہے کہ شاید حضور ﷺ کے پاس دو انگوٹھیاں تھیں، ایک وہ جس کو بطور مہر استعمال کیا کرتے تھے اور دوسری وہ جس کو کبھی کبھی پہن لیا کرتے، البتہ بعض علماء نے ایک انگوٹھی ہی جزم کیا ہے۔ شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ نے قول اول کو ترجیح دی ہے۔

اس باب میں امام ترمذی رحمہ اللہ نے آٹھ احادیث ذکر فرمائی ہیں پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کے طریق سے ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ حضور کی انگوٹھی چاندی اور اس کا نگینہ حبشی تھا۔

حبشی ہونے کی مختلف توجیہات محدثین نے فرمائی ہیں:

یا تو نگینہ کالے رنگ کا تھا، نگینہ حبشہ سے آیا تاھ، نگینہ حبشی طرز کا تھا، بنانے والا حبشی تھا۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی چاندی کی تھی اس سے خطوط وغیرہ پر مہر لگایا کرتے تھے، پہنتے نہ تھے۔ اس حدیث میں ذکر ہے کہ انگوٹھی پہنتے نہ تھے جبکہ متعدد احادیث میں پہننا ثابت ہے، اس کی مختلف توجیہات علماء نے فرمائی ہیں:

(۱) عدم استمرار مراد ہے یعنی ہر وقت نہ پہنتے تھے۔

(۲) دو انگوٹھیاں تھیں یہ نہ پہنتے دوسری پہنتے تھے۔

عدم استمرار والی توجیہ زیادہ مناسب ہے کیونکہ حضور ﷺ کی عادت شریفہ خاتم کی نہ تھی، جب آپ کو خبر دی گئی کہ عجم کے سلاطین بغیر مہر خطوط قبول نہیں کرتے تو آپ نے نقش "محمد رسول اللہ" اپنی انگوٹھی میں کندہ کروایا تو یہ اتخاذ خاتم عارض کی وجہ سے تھا۔ اسی لئے ضرورت کے وقت ہی اس کو پہنتے تھے ورنہ خادم کے پاس اُٹھا رکھتے۔

چاندی کی انگوٹھی کا حکم:

جمہور کے نزدیک چاندی کی انگوٹھی جائز ہے البتہ احناف کے نزدیک لوہے پیتل وغیرہ

کی انگوٹھی جائز نہیں کہ اس میں اہل جہنم کے ساتھ مشابہت ہے اور حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے پھر چاندی کی انگوٹھی میں بھی اس کا ترک افضل واولی ہے اور عام آدمی کے لئے یہ سنت نہیں بلکہ ترک سنت ہے۔ البتہ قاضی، سلطان وغیرھما کے لئے اس کا پہننا سنت ہوگا کیونکہ حضور ﷺ کا انگوٹھی پہننا عارض کی وجہ سے تھا کہ سلاطین عجم خاتم کے بغیر خطوط کو قبول ہی نہ کرتے تھے اس لئے حالت عذر کو سنت پر اور غیر عذر کی حالت کو خلاف اولی پر محمول کیا جائے گا۔

(واللہ اعلم بالصواب)

باب ماجاء فی ان النبی ﷺ کان یتختم فی یمینہ:

اس باب میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضور ﷺ انگوٹھی کس ہاتھ میں پہننا کرتے تھے۔ باب کی پہلی حدیث حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں فرماتے ہیں کو حضور داہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنا کرتے تھے۔

بائیں ہاتھ میں انگوٹھی پہننے کی روایات مسلم اور ابوداؤد شریف میں مذکورہ ہیں جس سے دونوں کا جواز معلوم ہوتا ہے۔ البتہ امام ترمذی اور امام بخاری کا میلان اس طرف ہے کہ انگوٹھی دائیں ہاتھ ہی میں پہنی جائے، بائیں ہاتھ میں نہیں، حنفیہ میں بھی اختلاف دیا البتہ شامی نے دونوں کو مساوی بتلایا ہے اور یہی راجح بھی ہے، البتہ بعد کے علماء نے بائیں ہاتھ میں پہننا روافض کا شعار بتلایا ہے، اس لئے بوجہ مشابہت مع الفساق لازم آنے کے ترک ہی بہتر ہے۔

اتخاذ خاتم من ذھب:

باب کی آخری حدیث سونے کی انگوٹھی کے متعلق ہے، سونا، امت کے مردوں کے لئے ابتداء حلال تھا، بعد میں حرام کر دیا گیا واقعہ حلت کے دور کا ہے۔ حضور ﷺ نے سونے کی انگوٹھی بنوائی تو صحابہ کرام نے اتباع سنت اور محبت میں سونے کی انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں۔ حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر انگوٹھی نکال کر پھینک دی اور بعد میں فرمادیا کہ امت کے مردوں پر سونے کی قلیل

وکثیر ہر مقدار حرام ہے، البتہ مرد چاندی کی صرف انگوٹھی پہن سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

باب ماجاء فی صفة سیف رسول اللہ ﷺ

خاتم کے ذکر کے بعد سیف کا ذکر لے کر آئے جس کی وجہ علماء نے یہ بتائی کہ تبلیغ کی ترتیب بھی ایسی ہی ہے پہلے دعوت الی الحق اور امتناع عن الحق کی صورت میں بذریعہ تلوار غلبہ اور چڑھائی۔

حضور ﷺ کے پاس کئی تلواریں رہی ہیں جن میں قضیب بتار، قلعی اور ذوالفقار شامل ہیں۔ اس بارے میں چار حدیثیں امام ترمذی نے ذکر فرمائیں۔

پہلی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے جس میں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی تلوار کی ٹوپی چاندی کی تھی۔

''قبعۃ'' کو اردو میں ٹوپی کہا جاتا ہے اور یہ لفظ خاص تلوار ہی کے لئے مستعمل ہے۔ تلوار کے دوسروں میں سے ایک سرا تلوار کے پھل اور دھار والا حصہ ہوتا ہے جبکہ دوسرا سرا قبضہ والا ہوتا ہے اس قبضے کے کنارے کو دھات چڑھا کر موٹا کر دیا جاتا ہے تاکہ تلوار پر ہاتھ مضبوط رہے اور تلوار ہاتھ سے پھسل نہ جائے اسی کو قبیعہ اور اردو میں تلوار کی ٹوپی کہتے ہیں تو حضور کی تلوار کا یہ حصہ چاندی کا تھا۔

آگے تیسری حدیث میں سونے کا ذکر آنا ہے مگر محدثین نے اس حدیث کو ضعیف بلکہ ابوحاتم رحمہ اللہ نے تو منکر تک کہا ہے۔ بہرحال حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک سونے کا استعمال مرد کے لئے کسی صورت جائز نہیں الا دانت ناک وغیرھما میں جس کا استثناء حدیث میں آیا ہے البتہ چاندی کا استعمال جائز ہے ایک حد تک یعنی خاتم یا پٹکا یا پھر تلوار کی زینت کے طور پر کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور اس حدیث سے استدلال درست نہیں کہ اس پر کلام ہوا ہے اور بہرحال یہ حدیث مؤول ہے۔ واللہ اعلم۔

حدثنا محمد بن شجاع ...... عن ابن سیرین:

اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ کی تلوار حنفی طرز کی تھی بنوحنفیہ عرب کا مشہور قبیلہ تھا جن کی تلواریں اپنی عمدگی میں مشہور ومعروف تھیں تو آپ علیہ السلام کے پاس جو تلوار تھی وہ ایسی تھی جیسے بنوحنفیہ بناتے تھے۔لوگ احناف پر اعتراض کرتے ہیں اور یہاں تو حضور کی تلوار بھی حنفی تھی۔

باب ماجاء فی صفة درع رسول الله ﷺ

حضور ﷺ کے پاس سات زرہیں رہی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

۱...... ذات الفضول (یہی زرہ ابوالشحم یہودی کے پاس آخر عمر شریف میں رہن تھی)۔

۲...... ذات الحواشی

۳...... ذات الوشاح

۴...... فضه

۵...... سغدیه

۶...... تبرار

۷...... خرنق

اس باب میں دو حدیثیں ہیں۔دونوں ہی احد سے متعلق ہیں۔آپ علیہ السلام پر دو زرہیں تھیں ایک ذات الفضول دوسری فضہ، ان دو زرہوں کو آپ نے اکھٹا ہی پہن لیا تھا۔" ظاهر بینهما" کا یہی مطلب ہے کہ دونوں کو اوپر تلے پہن لیا تھا۔

سوال یہ ہوتا ہے کہ حضور ﷺ سے بڑھ کر متوکل کون ہوسکتا ہے پھر دو زرہیں پہننے کا کیا مطلب؟

جواب اس کا کئی پہلو رکھتا ہے۔ پہلا جواب جو ظاہر ہے وہ یہ کہ اسباب کا اختیار کرنا

توکل کے قطعاً منافی نہیں بلکہ شریعت کا جزو ہے البتہ نظر اور رجوع ذات حق کی طرف ہونا چاہئے اور حضور ﷺ کا عمل یہ " خذوا حذر کم "کا امتثال ہے۔

دوسرا جواب جو شیخ الحدیث صاحب نے دیا وہ بھی قریب قریب یہی ہے بس اسلوب کا فرق ہے فرماتے ہیں کہ رجوع الی البدایت یعنی عام عوام کا سا برتاؤ دنیوی معاملات میں، یہ کمال تصوف ہے جبکہ شریعت کی پابندی طبیعت بن گئی ہو۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کا فعل تعلیم امت کے لئے تھا تا کہ امت کے افراد اتباع میں خوب تیاری دشمن سے مقابلے کے لئے کریں اور کوئی کسر نہ چھوڑیں پھر اللہ پر توکل کریں، ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نہ بیٹھیں اگر اس پر یہ اشکال کیا جائے کہ امتثال تو ایک زرہ میں بھی ہو سکتا تھا دو زرہیں لینے کی کیا حاجت تھی؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ آپ علیہ السلام کو حکم ہی دو زرہ پہننے کا ہوا تھا ورنہ اگر شجاعت کی بات کی جائے تو آپ علیہ السلام کی شجاعت ظاہر و باہر ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ بات مشہور تھی کہ میدان جنگ میں حضور ﷺ کے قریب وہی شخص ہوا کرتا تھا جو زیادہ بہادر ہوتا تو معلوم ہوا کہ زرہ کا استعمال امتثال امر میں تھا نہ کہ کسی اور وجہ سے۔

باب ماجاء فی صفة مغفر رسول ﷺ

"مغفر" خود کو کہتے ہیں جو لوہے سے بنی ٹوپی ہوتی ہے تا کہ سر دشمن کے حملے سے محفوظ رہے اور سر کی چوٹ کاری ہوا کرتی ہے۔ اس باب میں دو حدیثیں ہیں اور دونوں ہی فتح مکہ سے متعلق اور ایک ہی واقعہ کا بیان ہیں آپ ﷺ کے مکہ المکرّمہ داخلے کے وقت سر مبارک پر خود تھی، ایک دوسری روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ سر پر عمامہ تھا، اس اختلاف کو انشاء اللہ آئندہ باب میں حل کریں گے۔ اس باب میں چند مسائل فقہیہ پر تنبیہ ہوتی ہے۔

۱...... دخول فی الحرم بغیر احرام

۲...... قصاص فی الحرم کا مسئلہ

۳...... قتال فی الحرم کا مسئلہ

ان تمام مسائل کی تفصیل کتب فقہیہ میں ملتی ہے اور یہ اختلافات مشہور و معروف ہیں وہیں دیکھ لئے جائیں۔ حضور ﷺ نے مکہ داخلے کے وقت بہت وسعت ظرفی کا مظاہرہ کیا اور عام معافی کا اعلان کیا، "**لا تثریب علیکم الیوم**"۔ آپ علیہ السلام کے عفو کی ایک خاص نشان تھی مگر گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کے بارے میں حکم فرمایا کہ جہاں ملیں قتل کردو۔ پھر بعد میں چار مردوں اور چار عورتوں کے سوا سب کو معاف فرمادیا۔ منجملہ ان کے ابن خطل بھی تھا، جس کو باوجود استار کعبہ کے ساتھ چمٹنے کے معافی نہ ملی، اس کا قصہ مشہور ہے کہ کیسے ایک مسلمان کو قتل کرنے کے بعد مرتد ہوا اور آپ علیہ السلام کی شان میں گستاخی کی۔

باب ماجاء فی عمامة رسول الله ﷺ

عمامہ میں صحیح لغت عین کے کسرہ کے ساتھ ہے اور فتح العین غلط ہے۔ عمامہ کا باندھنا اہتمام کے ساتھ ثابت ہے۔ حضور ﷺ کے عمامے کی درست مقدار متعین طور پر معلوم نہیں۔ البتہ علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے موافق چھ ہاتھ اور ملا علی قاری کے قول کے مطابق سات ہاتھ لمبا اور ایک بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔

فتح مکہ کے دن دخول مکہ کے وقت آپ کا عمامہ باندھنا ثابت ہے، جیسے اس باب کی حدیث میں آیا جبکہ پچھلی حدیث جو مغفر کے بیان میں گزری وہاں ذکر نہیں تو احادیث میں تعارض ہوا۔

اس کے دو جواب دیئے گئے ایک تو یہ کہ آپ علیہ السلام کا عمامہ خود کے نیچے تھا اور آپ

نے لوہے کی گرمی سے بچنے کے لئے اس کو باندھا تھا مگر یہ جواب تسلی بخش نہیں کہ جہاں مغفر کا ذکر ہے وہاں عمامہ کا ذکر نہیں اور جہاں عمامہ کا ذکر ہے وہاں خود کا ذکر نہیں ورنہ کسی نہ کسی حدیث میں یہ ضرور آتا کہ آپ نے دونوں کو اکھٹا پہنا۔

اس کا دوسرا اور بہتر جواب یہ دیا کہ اولاً آپ نے خود ہی پہنی اور پھر جب عین دخول مکہ کا موقع تھا تو آپ نے خود کو اتار کر عمامہ پہن لیا اب جس نے جو صورت دیکھی اس کو بیان کر دیا اور غالباً جس روایت میں عمامہ کا ذکر ہے اس کے راوی نے جبھی ملاحظہ کیا ہوگا جب آپ نے مغفر اُتار کر عمامہ پہن لیا ہوگا اور وہی دخول مکہ کا وقت ہوگا اس توجیہہ سے دونوں روایات میں بہتر تطبیق ہو جاتی ہے اور کوئی اشکال نہیں ہوتا۔

آپ کا عمامہ سیاہ رنگ کا تھا۔ عموماً مشہور یہ ہے کہ آپ ﷺ نے سفر میں کالا عمامہ باندھا جبکہ صحیح بات یہ ہے کہ سفر اور حضر دونوں حالتوں میں آپ علیہ السلام نے کالا عمامہ استعمال فرمایا ہے عمرو بن حریث کی حدیث میں سبز کا لفظ بھی آیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خطبہ اس کے علاوہ ہے جو حضور ﷺ نے کعبہ اللہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہو کر دیا کیونکہ یہاں سبز کا ذکر ہے۔ میرک شاہ کی تصریح کے مطابق جو کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ نے شرح مشکوۃ میں ذکر کی۔ یہ خطبہ آپ علیہ السلام کے مرض وصال کا ہے۔

حضور ﷺ کے عمامہ باندھنے میں معمول مختلف رہا ہے، کبھی آپ نے شملہ چھوڑا اور کبھی نہیں۔ شملہ چھوڑنے کا معمول اکثر رہا ہے، پھر کبھی شملہ آگے کی جانب کر لیتے تھے اور کبھی پیچھے کی جانب علامہ مناوی فرماتے ہیں کہ ثابت اگر چہ تمام طریقے ہیں مگر اکثر دونوں مونڈھوں کے درمیان شملہ چھوڑا کرتے، اس لئے یہی افضل ہے اور آپ کا شملہ کبھی ایک جانب سے ہوا کرتا اور کبھی عمامہ کی دونوں جانبوں کو بطور شملہ چھوڑ دیا کرتے واللہ اعلم۔

آخری روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ہے جس میں عصابۃ دسماء کا ذکر

ہے۔عصابۃ اور عمامۃ دونوں ایک ہی ہیں قاموس میں ہے **عصابة هی عمامة** ۔عصابۃ دسماء کا ترجمہ دونوں طرح ہی کیا گیا یعنی چکنی پٹی اور سیاہ عمامہ کہ سیاہ عمامہ تو آپ کا معمول تھا اور چکنی پٹی اس وجہ سے ہے کہ آپ عمامہ کے نیچے قناع رکھا کرتے تھے جو تیل کی کثرت کی وجہ سے پتلی کا کپڑا لگا کرتا تھا یا پھر یہ کپڑا جو سر پر لپیٹا تھا یہ درد کی شدت کی وجہ سے تھا جو آپ کو مرض وفات میں لاحق ہوا، علماء نے دونوں احتمالات کو ذکر کیا ہے۔

باب ماجاء فی صفة ازار رسول الله ﷺ

حضور ﷺ کا معمول لنگی باندھنے کا ہی تھا اور آپ کا پاجامہ استعمال کرنا مختلف فیہ ہے علامہ بیجوری رحمہ اللہ نے عدم ثبوت کو ترجیح دی ہے البتہ آپ نے خرید فرمایا اور پسند کیا یہ بات ثابت ہے، یہاں تک بھی کہا گیا کہ وصال کے وقت بھی موجود تھا۔

حضور ﷺ کی چادر چار ہاتھ لمبی اور اڑھائی ہاتھ عرض میں تھی اور حضور ﷺ کی لنگی چار ہاتھ اور ایک بالشت طول میں اور دو ہاتھ چوڑی تھی اس باب میں کل چار احادیث ہیں اور ان میں سے پہلی حدیث میں حضور ﷺ کی چادر اور لنگی کا ذکر ہے کہ کیسی تھیں تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات جن دو کپڑوں میں ہوئی وہ ایک چادر اور ایک لنگی تھی راوی کہتے ہیں کہ میں نے وہ دونوں کپڑے دیکھے تو بہت ہی کم حیثیت معمولی سے تھے چادر میں پیوند اور لنگی موٹے کپڑے کی تھی۔

حضور ﷺ کا فقر اختیاری تھا یہاں تک کہ آپ کی طبیعت بن گیا تھا، فتوحات کے زمانے میں بھی جو آتا آپ خرچ فرما دیا کرتے، اپنے لئے بچا کر نہ رکھتے۔البتہ آپ ں نے کبھی کبھی تعلیم امت کی غرض سے اچھا کپڑا بھی زیب تن فرمایا تا کہ اس کو حرام نہ سمجھ لیا جائے۔ ہمارے اکابر میں دونوں طرح کے رنگ دیکھنے میں آئے ہیں۔بعض حضرات بہت اعلیٰ لباس بھی

پہنتے تھے اور بہت طریقے سلیقے سے پہنتے تھے، اس کہ بالمقابل بعض حضرات موٹا جھوٹا پہننے کھانے کو ہی اختیار کرتے تھے۔ پہلی قسم کے حضرات کا منشاء یہ ہوتا تھا کہ ان کو کوئی فقیر نہ سمجھے اور صورت سوال پیدا نہ ہو اور جن کو اللہ نے دے رکھا تھا ان کی غرض تحدیث بالنعمة تھی دوسری قسم کے حضرات موٹا لباس اس لئے پہنتے کہ یہ نفس میں تواضع اور انکساری پیدا کرتا ہے اور اعلیٰ درجے کا لباس عموماً عجب اور تکبر کا باعث ہوتا ہے۔ (واللہ اعلم)

بقیہ تینوں حدیثیں ازار کی حد سے متعلق ہیں کہ شلوار یا لنگی کہاں تک ہونی چاہئیں؟ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نصف ساق تک شلوار لنگی کا ہونا مستحب اور ٹخنوں سے اوپر رکھنا واجب ہے۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے خصائص کبریٰ میں حدیث ذکر کی ہے کہ عمامہ باندھنا اور نصف ساق تک ازار کا باندھنا فرشتوں کا شعار ہے پہلی حدیث میں ذکر فرمایا کہ یہ اتقی ہے یعنی ظاہری نجاسات اور باطنی نجاسات تکبر وغیرہ سے حفاظت ہے وابقی کا مطلب یہ ہے کہ کپڑا محفوظ بھی رہتا ہے، رگڑ کھانے سے خراب نہیں ہوتا۔

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پاجامہ لنگی وغیرھما کا ٹخنہ سے اوپر اوپر باندھنا واجب ہے اور یہ کہ ٹخنے سے نیچے باندھنا متکبرین کا شعار ہے۔ صحابہ کرام کو اس کی فکر بھی ہوا کرتی تھی چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ معروف ہے اور حضور ﷺ کا فرمانا کہ تم متکبرین میں سے نہیں ہو یہ ان کے اطمینان قلبی کی وجہ سے فرمایا تا کہ عدم توجہ کی وجہ سے یا مشاغل کی کثرت کی وجہ سے ازار جو نیچے آجایا کرتی تھی اس کا قلق ان کو نہ ہوا اور حضور کا فرمانا کہ تم ان میں سے نہیں یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ جو بات خود ابوبکر رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھی وہ نبی کریم ﷺ نے ان کو بتادی کہ تم میں تکبر نہیں، اس لئے یہ انہی کی خصوصیت پر محمول ہوگا ہر شخص اس میں داخل نہیں، کیونکہ تکبر یہ امور باطنہ خفیہ میں سے ہے اور اس کی پہچان بہت دشوار ہے اور اس میں اکثر التباس ہوجایا کرتا ہے۔ اس لئے علت کے خفیہ ہونے کی وجہ سے حکم ہر صورت میں عام ہوگا البتہ کسی عذر بیماری وغیرہ کی

وجہ سے اسبال کی اجازت ہوگی اگر رفع ازار مضر ہو۔

کساء ملبدًا: کساء چادر کو کہتے ہیں۔مُلَبَّدًا باء کے فتحہ اور تشدید کے ساتھ مرقع پیوند لگی کو بولتے ہیں بعدت الشئی بالشئی ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ مضبوطی سے ملا دینا اسی سے تلبید الشعر ہے۔**غلیظاً** موٹی یہ لنگی کی صفت ہے۔

حدثنا محمود بن غیلان...... عن عمها قال بینما انا امشی......:

عمہا کا مصداق عبید بن خالد المحاربی رضی اللہ عنہ ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں چلا جا رہا تھا کہ اچانک اپنے پیچھے کسی کو کہتے سنا اپنی لنگی اوپر اُٹھالو (زمین پر گھسیٹے ہوئے نہ چلو) کیونکہ یہ (اوپر اُٹھانا) لنگی کے لئے بچاؤ بھی ہے اور اس میں زیادہ بقا بھی ہے (ایک روایت میں انقی کا لفظ آیا ہے مطلب یہ ہوگا کہ اس میں لنگی کے لئے زیادہ صفائی ہے) فرماتے ہیں کہ میں نے جب مڑکر دیکھا تو وہ حضور علیہ السلام تھے تو عرض کرنے لگے کہ اے اللہ کے رسول! یہ تو محض ایک پرانی سے چدر یہ ہے (اس میں کیا تکبر ہوگا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا مجھ میں تیرے لئے اسوۃ نہیں؟ جب میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو (غور سے) دیکھا تو آپ کی لنگی نصف پنڈلی تک تھی۔

بردۃ ملحاء: بردۃ کا ترجمہ مشائخ نے تصغیر کا کیا ہے گویا اس طرف اشارہ ہے کہ چادر بہت معمولی ہے۔ملحاء میم کے فتحہ اور لام کے سکون کے ساتھ کالی چادر جس پر سفید دھاریاں ہوں اعراب ایسی چادر بکثرت پہنتے تھے اور یہ لباس فاخرہ میں سے شمار نہیں ہوتی تھی۔

حدثنا سوید بن نصر...... عن سلمۃ بن الاکوع......

سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا فعل ذکر کرتے ہیں کہ وہ نصف پنڈلی تک ازار باندھتے اور فرماتے کہ میرے آقا یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسی ہیئت پر لنگی باندھتے تھے۔

باب ماجاء فی مشیة رسول الله ﷺ

مشية بالكسر كسدرة ما يعتاده الانسان من المشى وقيل هيئة المشى حلیہ مبارکہ کے بیان میں حضور ﷺ کی رفتار کا ذکر تبعا گذرا اب یہاں سے مستقلا بیان ہے۔

حدثنا قتيبة بن سعيد ...... عن ابى هريره ﷺ قال......

حضرت ابو ہریرہ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی بھی شئی کو حضور سے زیادہ حسین نہیں دیکھا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا سورج آپ کے چہرے میں چمک رہا ہے (یہاں تشبیہ معکوس ہے اور یہ بھی مبالغے کا ایک انداز ہے) فرماتے ہیں اور میں نے حضور ﷺ سے زیادہ تیز رفتار کسی شخص کو نہیں دیکھا گویا زمین آپ کے لئے لپٹی جاتی تھی ہم (آپ کا ساتھ دینے کے لئے) اپنے آپ کو خوب مشقت میں ڈالتے اور آپ اپنی معمولی رفتار سے چلتے تھے (سبحان اللہ! تصور کیجئے کیا منظر ہوتا ہوگا)۔

مكترث: فاعل من الاكتراث وهو مبالاة. پرواہ کرنا، اہتمام کرنا۔

آگے دونوں حدیثیں حضرت علی ﷺ کے طریق سے ہیں فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ جب چلتے تو قوت سے قدم اُٹھاتے تھے گویا کہ ڈھلان سے اُتر رہے ہوں۔

دوسری حدیث بھی اسی معنی میں ہے کہ حضور جب چلتے تو تھوڑا جھک کر چلتے گویا ڈھلان سے اتر رہے ہوں۔

باب ماجاء فی تقنع رسول الله ﷺ

حدثنا يوسف بن عيسىٰ ...... عن انس بن مالك قال......:

فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اپنے سر پر اکثر کپڑا رکھا کرتے تھے اور آپ کا وہ کپڑا گویا تیلی کا کپڑا محسوس ہوتا۔

قناع کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے مزید کا بیان انشاء اللہ کرتے ہیں۔ تقنع عام ہے کہ کپڑے کو عمامے کے اوپر ڈالا جائے جیسے کہ حضور ﷺ ہجرت مدینہ کے وقت جب ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مکان تشریف لے گئے تو عمامہ پر چادر ڈالے ہوئے تھے، امام بخاری رحمہ اللہ نے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ تقنع کا دوسرا طریقہ عمامہ کے نیچے کپڑا رکھنے کا ہے اور اس حدیث میں یہی مراد ہے۔ علامہ مناوی رحمہ اللہ علیہ نے تقنع کی دوسری قسم سے بھی بحث کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ (تقنع کو تطلس بھی کہتے ہیں) طیلسان کے بارے میں لوگوں نے بہت کلام کیا۔ اس کا حاصل یہ ہے کہ طیلسان کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) محنک (۲) مقور۔

محنک: یہ ہے کہ بڑی چکور چادر کو عمامہ پر ڈال کر چادر کو گردن کے گرد لپیٹ دیا جائے اس طرح سے کہ چادر کے دونوں سرے دونوں کندھوں پر آجائیں۔ فرماتے ہیں کہ یہ قسم مندوب ہے اور مشائخ نے اس کو پسند کیا بلکہ جمعہ، جماعت، عیدین وغیرہ اجتماعات میں اسکی تاکید فرمائی ہے تاکہ نظروں کی احتیاط رہے۔

مقور: یہ ہے کہ کسی بھی قسم کا چھوٹا بڑا کپڑا عمامہ پر ڈال کر اس کے سروں کو یونہی چھوڑ دیا جائے یا فقط ایک سرے کو چھوڑ دیا جائے۔ اس طریقے کو علماء نے مکروہ قرار دیا کہ اس میں کفار کے ساتھ مشابہت ہے کہ اہل ذمہ اس طرح کیا کرتے تھے۔

اکثر احادیث میں تقنع کو تطلس سے تعبیر کیا گیا ہے اور طیلسان سے قناع مراد لیا گیا حافظ رحمہ اللہ نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ (واللہ اعلم)

باب ماجاء فی جلسة رسول الله ﷺ

حضور ﷺ کی بیٹھنے کی ہیئت کے بیان میں

حدثنا عبدبن حمید ...... عن قیلة بنت مخرمة رضی الله عنهما:

فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو مسجد میں اس حال میں دیکھا کہ آپ گوٹ مار کر بیٹھے ہوئے تھے فرماتی ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایسی خشوع کی کیفیت میں دیکھا تو مارے خوف کے کانپنے لگی۔

قرفصاء: قاف کے اور فاء کے ضمہ کے ساتھ، اس کی دو تفسیریں کی گئی ہیں۔ ایک تو معروف ہے جس کو اردو میں گوٹ مار کر بیٹھنا کہتے ہیں وہ یہ کہ سرین پر بیٹھ کر دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلیا جائے اور رانوں کو پیٹ سے ملا کر دونوں بازوؤں سے ان کا احاطہ کرلیا جائے۔

دوسری تفسیر یہ ہے کہ گھٹنوں کے بل بیٹھا جائے اور دونوں ہاتھوں کو بغل میں دے کر پیٹ کو رانوں سے ملالیا جائے۔ (قالہ القاری رحمہ اللہ)

قیلۃ بنت مخرمۃ کانپنے کیوں لگیں اس کی مختلف وجہیں بیان کی گئی ہیں یا تو یہ حضور ﷺ کی روحانیت کا رعب تھا کہ جس کی قیلۃ متحمل نہ ہوسکیں، یا اس وجہ سے کہ جب حضور ﷺ اتنے بلند مقام پر ہونے کے باوجود اتنی عاجزی کا مظاہرہ کررہے ہیں تو ہمیں کتنا عاجزی اور خشوع کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔ یا یہ وجہ تھی کہ حضور ﷺ کو دیکھ کر یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ کے اس خشوع کی اور تفکر کی کوئی بڑی وجہ ہے کوئی بڑی مصیبت آگئی یہ سوچ کر رعب میں آگئیں۔ واللہ اعلم۔

حدثنا سعید بن عبدالرحمن المخزومی ...... عن عباد بن تمیم عن عمه:

عباد بن تمیم کے چچا عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو مسجد میں چت لیٹے دیکھا، اس وقت حضور ﷺ ایک پاؤں پر دوسرا پاؤں رکھے ہوئے تھے۔

یہاں بظاہر مسلم شریف کی حدیث سے تعارض معلوم ہوتا ہے کہ وہاں اس طرح پاؤں

پر پاؤں رکھ کر لیٹنے سے ممانعت آئی ہے علماء نے اس ظاہر تعارض کو اس طرح دفع کیا کہ لیٹنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دونوں پیروں کو پھیلایا جائے اور ایک ٹانگ کو دوسری ٹانگ پر رکھا جائے اس طرح لیٹنے کی ممانعت نہیں کہ اس میں ستر کھلنے کا احتمال نہیں، یہی اس حدیث کا مصداق ہے البتہ دوسری صورت میں ستر کھلنے کا احتمال ہے وہ یہ کہ ایک گھٹنے کو کھڑا کر کے دوسرے پاؤں کو اس پر رکھ دیا جائے اس صورت میں چونکہ دیہاتوں وغیرہ میں لنگی باندھنے کا رواج ہوتا ہے اور شہروں میں بھی لوگ سوتے وقت لنگی باندھ لیا کرتے ہیں تو ستر کھلنے کا قوی احتمال پایا جاتا ہے، مسلم کی روایت کا یہی مصداق ہے جس کی ممانعت آئی ہے، تو اصل علت کشف ستر ہے وہ جس صورت میں بھی پایا جائے وہ صورت لیٹنے کی منع ہوگی۔

اس حدیث کے بارے میں دوسرا اشکال یہ کیا جاسکتا ہے کہ اس حدیث کا نشست کے باب سے کوئی تعلق نہیں پھر یہاں ذکر کرنے کی کیا وجہ؟

اس کے بہت سے جواب دیئے گئے مگر آسان جواب یہ ہے کہ حدیث میں لیٹنے کا ذکر دونوں کو شامل ہے یعنی لیٹنے اور بیٹھنے کو۔

باب ماجاء فی تکاة رسول الله ﷺ

تکاة تاء کے ضمہ کے ساتھ ٹیک کو بولتے ہیں۔ اصل وکاة تھا واؤ کو تاء سے تبدیل کردیا، تکاة، غیرانسان سے ہی ہوتا ہے اگر انسان سے سہارا اور ٹیک لگایا جائے اس کو اتکاء بولتے ہیں، جس کا ذکر آئندہ باب میں آئے گا۔

پہلی حدیث میں بائیں جانب ٹیک لگانے کا ذکر ہے۔ اگر چہ تکیہ دائیں اور بائیں دونوں جائز ہیں مگر محدثین کے نزدیک یہاں حدیث میں یسار کا لفظ شاذ ہے۔ مشہور روایات میں یہ لفظ ذکر نہیں۔

عن ابی جحیفه رضی اللہ عنہ **:**

اس حدیث میں حضور ﷺ کا ارشاد مذکور ہے کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ آپ علیہ السلام کا یہ فرمانا ترغیب کے لئے ہے کہ جب میں ٹیک لگا کر نہیں کھاتا تو میرے متبعین کو بھی چاہئے کہ ایسا نہ کریں۔ ٹیک لگانے کی چار صورتیں علماء نے ذکر فرمائی ہیں ایک یہ کہ دائیں یا بائیں پہلو سے ٹیک لگائی جائے کسی دیوار یا تکیہ وغیرہ پر دوسری صورت یہ ہے کہ تکیہ پشت پر لگایا جائے تیسری صورت یہ ہے کہ دائیں بائیں ہاتھ سے سہارا لے کر بیٹھا جائے چوتھی صورت یہ ہے کہ چارزانوں ہو کر کسی گدے پر بیٹھا جائے۔

باب ماجاء فی إتکاء رسول اللّٰه ﷺ

حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن ...... عن انس رضی اللہ عنہ**:**

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی طبیعت ناساز تھی اس لئے حجرہ شریفہ سے حضرت اُسامہ پر سہارا کئے تشریف لائے۔ حضور ﷺ اس وقت یمنی چادر میں لپٹے ہوئے تھے پس آپ نے صحابہ کو نماز پڑھائی۔

حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن ...... عن الفضل بن عباس قال......:

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کے مرض الوفات میں حاضر خدمت ہوا آپ کے سر پر پیلی پٹی یا پیلا عمامہ تھا میں نے جب سلام کیا تو آپ نے (بعد جواب) ارشاد فرمایا کہ فضل اس کو میرے سر پر مضبوطی سے باندھ دو تو میں نے باندھ دیا پھر آپ نے اپنا دست مبارک میرے کندھے پر رکھا پھر کھڑے ہوئے اور مسجد میں داخل ہوئے اور وعظ فرمایا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے قصہ طویلہ کی طرف اشارہ فرمایا جس کی تفصیل دیگر کتب حدیث میں مل جائے گی۔

باب صفة أكل رسول الله ﷺ

اس باب میں پانچ حدیثیں مذکور ہیں:

پہلی حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کھانے کھانے کے بعد تین دفعہ انگلیاں چاٹ لیا کرتے۔

دوسری حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہے فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کھانے کے بعد تین انگلیاں چاٹ لیا کرتے تھے۔

یہ دونوں حدیثیں الگ الگ ہیں پہلی حدیث میں تین دفعہ چاٹنے کا ذکر ہے کہ الگ سنت ہے اس سے انگلیوں کی مکمل صفائی ہوجاتی ہے۔

دوسری حدیث میں تین انگلیاں چاٹنے کا حکم ہے کہ آپ علیہ السلام کا معمول تین انگلیوں سے کھانے کا تھا یعنی انگوٹھا، شہادت کی انگلی اور وسطیٰ یعنی درمیانی انگلی۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ تین انگلیوں سے کھانا مستحب ہے البتہ ضرورت کے وقت پانچوں انگلیوں سے بھی کھایا جاسکتا ہے کہ آپ علیہ السلام سے یہ بھی ثابت ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پانچ انگلیوں سے (ہی) کھانا حریصوں کی علامت ہے۔

اُنگلیاں چاٹنے کی ترتیب احادیث سے معلوم ہوتی ہے پہلے وسطیٰ یعنی درمیانی انگلی پھر مسبحہ شہادت کی اُنگلی اور پھر ابہام یعنی انگوٹھا بعض ناواقف اور بیوقوف انگلیاں چاٹنے کو تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص حضور ﷺ سے ثابت شدہ کسی عمل کو قبیح جانے اس کے کفر کا اندیشہ ہے۔

حدثنا احمد بن منیع...... قال سمعت انس بن مالک یقول:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا جب آپ کے پاس کھجوریں لائی گئیں کہ آپ ضعف کی وجہ سے ٹیک لگا کر اکڑوں بیٹھے کھا رہے تھے۔

مقع: اقعاء سے فاعل کا صیغہ ہے۔علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ آپ ضعف کی وجہ سے اپنے پیچھے کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔قاموس میں ہے **اقعى فى جلوسه الى ماورائه.** اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ضعف بیماری، عذر کی وجہ سے ٹیک لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

باب ماجاء فی صفة خبز رسول الله ﷺ

حدثنا محمد بن المثنى ...... عن عائشة رضى الله عنها:

فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی وفات تک آپ کے اہل وعیال نے دو دن مسلسل جو کی روٹی سے پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا۔

دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کا سال بھر کا نفقہ مقرر کر دیا تھا، پھر کیسے یہ فرمادیا؟

اس کا جواب مختلف وجوہات سے دیا گیا ہے۔ایک توجیہہ یہ کہ گئی کہ نفقہ تو سال بھر کا دے دیا کرتے تھے مگر ازواج مطہرات اتباع سنت میں اس کو اپنے پاس نہ رکھتیں بلکہ خرچ فرمادیا کرتیں کہ خود سرور دو عالم کا یہی معمول تھا کہ کل کے واسطے بچا کر نہ رکھا کرتے تھے۔ایک توجیہہ جو زیادہ بہتر ہے وہ یہ کہ نفقہ کھجوروں کی مد سے ہوا کرتا تھا کہ غالب قوت اس وقت کھجوریں ہی تھیں۔ایک جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ سال بھر کے نفقہ میں اگر چہ متفرقات ہوا کرتیں مگر جو وغیرہ کا آٹا اس میں نہ ہوتا تھا اور روٹی کو فطرتاً اور خلقاً ایک خاص اہمیت ہر زمانے میں رہی ہے کہ جب تک روٹی نہ ہو کھانا مکمل تصور نہیں کیا جاتا تو اسی طرف اشارہ فرمایا کہ جس چیز کو لوگ اتنی اہمیت دیتے ہیں وہ سرکار دو عالم کے گھر میں اکثر نہیں ہوتی تھی اور سادگی اور زہد کی وجہ سے کھجور وغیرہ پر ہی گزارا ہوتا تھا۔اگلی حدیث سے بھی اس توجیہہ کی تائید ہوتی ہے۔

حدثنا عباس بن محمد الدوری ...... قال سمعت ابا امامة الباهلی :

حضرت ابوامامہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے گھر میں جو کی روٹی کبھی نہ بچتی تھی۔

یعنی اگر کبھی اتفاقاً کہیں سے روٹی یا آٹا ہدیہ میں آجاتا تو وہ اتنا تھوڑا ہوتا یا کھانے والے اتنے مشتاق ہوتے کہ عرصے سے کھایا نہ ہوتا کہ بچتی نہ تھی اور وہاں تو اہل صفہ اور مہمانوں کا خوب خیال رکھا جاتا تو اہل بیت کو تو پیٹ بھر بھی نہ ملتی۔

حدثنا عبدالله بن معاوية الجمحی...... عن ابن عباس رضی الله عنهما:

حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ پے در پے کئی کئی راتیں اس حال میں گزارتے رات کا کھانا نہ ملتا (تو بھوکے سوتے) اور (اگر کبھی روٹی کھانے کی نوبت آتی تو) اکثر روٹی جو کی ہوتی (گیہوں وغیرہ اعلیٰ قسم کی نہ ہوتی)۔

حدثنا عبدالله بن عبدالرحمن ...... عن سهل ابن سعد......:

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا حضور ﷺ نے کبھی سفید میدے کی روٹی کھائی ہے۔ تو جواب دیا کہ آپ ﷺ کے سامنے اخیر عمر تک کبھی میدہ آیا بھی نہیں (کھانے کی بات تو دور کی ہے) پھر پوچھنے والے نے پوچھا کہ آپ لوگوں کے پاس اس زمانے میں چھلنیاں ہوتی تھیں تو جواب دیا کہ چھلنیاں تو نہ ہوتی تھیں تو سائل نے پوچھا کہ پھر جو کا آٹا کیسے چھانتے تھے (کہ اس میں تنکے اور بھوس بہت ہوتا ہے) تو جواب دیا کہ ہم اس کو (پھیلا کر) پھونک مارتے جو اُڑ جاتا سو اڑ جاتا باقی کو گوندھ لیتے۔

الحواری: حاء کے ضمہ اور واؤ کی تشدید پھر واؤ کے فتحہ کے ساتھ اور پھر الف مقصورۃ سفید آٹا جس کو ہم میدہ بولتے ہیں۔

منخل: میم اور خاء معجمہ کے ضمہ کے ساتھ اسم آلہ کا صیغہ ہے علی خلاف قیاس جمع مناخل چھلنی۔

حدثنا محمد بن بشار ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے کبھی میز پر کھانا تناول نہیں فرمایا، نہ چھوٹی طشتریوں میں نوش فرمایا نہ آپ کے لئے کبھی چپاتی پکائی گئی۔ یونس کہتے ہیں کہ میں نے قتادۃ سے پوچھا کہ پھر کھانا کس چیز پر رکھ کر کھاتے فرمایا کہ یہی چمڑے کے (معمولی) دسترخوان پر۔

خوان: خاء معجمہ کے کسرہ کے ساتھ مشہور اور فصیح ہے جبکہ ضمہ بھی جائز ہے ایسے دسترخوان کو بلوتے ہیں جس پر کھانا نہ ہو، عرف میں پائے والی میز پر اطلاق ہوتا ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میز پر کھانا کھانا مشرکین کا طریقہ ہے تاکہ کھاتے وقت ان کو سر جھکانا نہ پڑے اور ہمارے زمانے میں تو نصاریٰ کا شعار ہے اس لئے تشبہ بالکفار کی وجہ سے مخالفت لازم ہے بغیر عذر درست نہ ہوگا۔

شُکُرَّجَۃَ: شین اور کاف کے ضمہ اور راء کی تشدید اور فتحہ کے ساتھ طشتری کو کہا جاتا ہے۔

مرقق: مجہول کا صیغہ ہے باریک کی گئی مراد چپاتی ہے۔ خبز مرقق کو عربی میں رُقاق بھی کہا جاتا ہے (راء کے ضمہ کے ساتھ) فالمرقق هو الرقيق الذى هو ضد الغليظ.

باب ماجاء فی صفة ادام رسول الله ﷺ

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس باب تیس کے لگ بھگ حدیثیں ذکر کی ہیں

حدثنا الفضل بن سهل الاعرج ...... عن ابيه عن جده قال ...... الخ

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے ساتھ حباری کا گوشت کھایا ہے۔

حباری کے ترجمہ میں علماء مختلف ہوئے ہیں کسی نے بٹیر کسی نے سرخاب کسی نے بلبل ترجمہ کیا مگر یہ صحیح نہیں اس کا صحیح ترجمہ چکور کا ہے۔ یہ ایک پرندہ ہے جو مرغی سے چھوٹا اور کبوتر سے بڑا ہوتا ہے اور خاکستری رنگ کا ہوتا ہے اور یہ بہت پیاسا ہوتا ہے، اسی لئے عرب میں مشہور ہے هو اعطش من

حباری، چکور سے زیادہ پیاسا۔ یہ ریگستانی علاقوں میں زیادہ ہوتا ہے، ہمارے یہاں بہاولپور میں ہوتا ہے۔ عرب ممالک سے شیوخ آ کر اسی کا شکار کرتے ہیں۔ اردو میں اس کو تغدری بھی کہا جاتا ہے۔ عام پرندوں سے اس کی گردن کچھ لمبی ہوتی ہے، جیسے چینی مرغی کی گردن ہوتی ہے۔

حدثنا قتيبه بن سعيد...... عن ابيه:

جابر بن طارق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ کدو کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کئے جا رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ اس کا کیا بنے گا؟ فرمایا کہ اس سے سالن میں اضافہ کیا جائے گا۔

نكثربه طعامنا: ہم اس کدو کے ذریعہ اپنے کھانے میں اضافہ کریں گے، تو اس میں بڑی حکمت پتہ چلی کہ اگر گوشت میں ترکاری شامل کر لی جائے تو اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

حدثنا محمود بن غيلان ...... عن مغيرة بن شعبة:

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور ﷺ کا مہمان ہوا۔ کھانے میں ایک پہلو بھنا ہوا لایا گیا۔ حضور ﷺ چاقو سے کاٹ کاٹ کر مجھے مرحمت فرما رہے تھے۔ اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور نماز کی اطلاع کی، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ خاک آلود ہوں اس کے دونوں ہاتھ، کیا ہوا اس کو کہ ایسے موقع پر خبر دی اور پھر چھری رکھ کر نماز کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مغیرہ کہتے ہیں کہ دوسری بات جو میرے ساتھ پیش آئی کہ میری مونچھ بہت بڑھ رہی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ لاؤ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دوں یا یہ فرمایا کہ مسواک پر رکھ کر ان کو کتر دو۔ دونوں احتمال ہیں، سادگی کا زمانہ تھا جسے آج کنگے وغیرہ سے اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح اس زمانے میں مسواک بھی استعمال کر لیا کرتے تھے۔

حدثنا الحسن ...... عن عائشه رضى الله عنها:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کو دست کا گوشت کچھ ایسے ہی پسند

نہ تھا بلکہ کبھی کبھار تو گوشت ملتا تھا اور دست کا گوشت گلنے میں پہلے گل جاتا ہے اس لئے اس کو کھانے میں جلدی کرتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ بات ناگوار ہوئی کہ حضور ﷺ کی طرف دنیاوی لذات کی رغبت کو منسوب کیا جائے کہ آپ سے زیادہ دنیا کی حقیقت سے کون واقف ہوگا پھر اس میں رغبت اور اس کی اشیاء سے محبت کا کیا معنی تو دست کا گوشت پسند ہونے کی وجہ یہ تھی کہ آپ علیہ السلام کو دینی معاملہ میں اشتغال بہت زیادہ تھا اور پھر گوشت کھانے کی نوبت بہت کم آتی تھی تو جب گوشت آتا اور پکنے کو چولہے پر چڑھتا تو حضور ﷺ اس وجہ سے کہ بونگ کا گوشت (ذراع کا ترجمہ شیخ الحدیث صاحب نے بونگ کا کیا ہے) جلدی گل جاتا ہے اور نرم ہوتا ہے آپ اسی کو ہانڈی میں سے نکلوا لیتے اور جلدی سے کھا کر اپنے کاموں میں مشغول ہو جاتے گویا کھانے کے انتظار میں وقت کو ضائع کرنا پسند نہ فرماتے تھے اسی وجہ سے بعض راویوں نے ذراع کے گوشت کی طرف رغبت کو، پسند کی طرف منسوب کر دیا جس کی تشریح ام المؤمنین رضی اللہ عنہا نے فرمادی۔ واللہ اعلم۔

حدثنا محمود بن غیلان ...... عبداللّٰہ بن جعفر رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پیٹھ کا گوشت بہترین گوشت ہے۔

حضور ﷺ نے اچھی نشاندہی فرمائی کیونکہ گائے یا بکرا جب عمدہ قسم کا ہو تو اس میں بہترین گوشت لذت کے اعتبار سے پیٹھ کا ہوتا ہے۔ لوگ بغیر ہڈی گوشت پسند کرتے ہیں حالانکہ وہ گوشت جو ہڈی سے ملا ہوتا ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ لوگوں نے ایک اُصول اور بھی ذکر کیا کہ وہ گوشت جو زمین سے زیادہ دور ہوتا ہے وہ زیادہ مزیدار ہوتا ہے۔

حدثنا ابو کریب...... عن ام هانی رضی اللہ عنہا:

حضرت ام ھانی رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا تیرے پاس کھانے کو کچھ ہے؟ میں نے عرض کیا کہ سوکھی روٹی اور سرکے کے سوا تو کچھ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ (وہی) لے آؤ جس گھر میں سرکہ ہو وہ سالن سے خالی نہیں۔

سبحان اللہ یہ حالت ہے کہ جو فاتح کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوں اور بڑے بڑے سردار جس کے رعب کی وجہ سے گھبراہٹ کا شکار ہوں، صرف سوکھی روٹی اور سرکہ پر گزارا کر رہا ہیں اور اس کو نعمت میں شمار کر رہے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس میں امت کو قناعت اور شکر کی تعلیم ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نصیب فرمائے۔ (آمین)

حدثنا الحسن بن محمد ...... عن جدته سلمیٰ:

حضرت سلمیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت حسن، عبداللہ ابن عباس اور عبداللہ ابن جعفر رضی اللہ عنہم ان کے پاس تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کو جو کھانا پسند تھا اور اس کو رغبت سے نوش فرمایا کرتے تھے وہ ہمیں پکا کر کھلاؤ۔ تو فرمانے لگیں کہ بچوں اب وہ کھانا تم کو پسند نہ آئے گا تو ان میں سے ایک نے اصرار کیا کہ آپ تو تیار کریں ہمارے لئے فرماتے ہیں کہ وہ کھڑی ہوئیں اور تھوڑے سے جو لے کر ہانڈی میں ڈالے اور اس پر ذرا سا زیتون کا تیل ڈالا اور کچھ مرچیں اور زیرہ وغیرہ مصالحہ پیس کر ڈالا اور پکا کر لا کر رکھا کہ سرور کائنات نبی کریم ﷺ کو یہ پسند تھا۔

حدثنا عبداللہ بن عبد الرحمن ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کو ثفل پسند تھا۔ امام ترمذی رحمہ اللہ کے شیخ عبداللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ثفل سے مراد جو کھانے سے بچ جائے۔

ہمارے عرف میں اسے کھرچن بولتے ہیں وہ جو دیگچی میں نیچے پیندے میں چپک

جاتی ہے اور اس کو چمچے وغیرہ سے کھرچنا پڑتا ہے۔ یہ مزیدار تو ہوتا ہی ہے، اس میں غذائیت بھی زیادہ ہوتی ہے کہ تمام کھانے کا خلاصہ ہوتا ہے۔

باب ماجاء فی صفة فاكهة رسول الله ﷺ

حدثنا اسمٰعيل بن موسیٰ ...... عن عبدالله بن جعفر رضی اللہ عنہ:

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ککڑی کو کھجور کے ساتھ نوش فرماتے تھے۔

حدثنا عبدة بن عبدالله ...... عن عائشه رضی الله عنها:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ تربوز کو تازہ تر کھجوروں کے ساتھ نوش فرمایا کرتے تھے۔

بطیخ کا اطلاق تربوز اور خربوزے دونوں پر کیا جاتا ہے۔ البتہ آج کل بطیخ اصفر کو عرب شَمَّامہ کہنے لگے ہیں۔ تو یہاں حدیث میں مراد یہی بطیخ اخضر ہے جس کو ھندوانہ اور تربوز کہا جاتا ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے دوسری روایت میں اس کی تصریح فرمائی کہ بطیخ سرد اور کھجور گرم ہے تو یہ ایک دوسرے کی گرمی اور برودت کو ختم کردیتے ہیں اور ہضم میں اعتدال آجاتا ہے۔ تربوز میں ٹھنڈ ہے اور یہ بادی ہے نقصان کرتا ہے اور کبھی کبھی رطب سے اس کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ ہمارے یہاں لوگ نمک اور کالی مرچوں کے ساتھ اسے کھاتے ہیں۔ یہ بھی اس کی اصلاح کردیتا ہے۔

حدثنا ابراهيم بن يعقوب ...... عن انس بن مالك رضی اللہ عنہ:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو خربوز کے ساتھ تر کھجوریں کھاتے دیکھا۔

حدثنا محمد بن حمید ...... عن الربیع بنت معوذ رضی اللہ عنہا:

رُبیع رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میرے چچا معاذ بن عفراء نے تازہ کھجوروں کا ایک طبق جن پر چھوٹی چھوٹی روئیں دار ککڑیاں بھی تھیں دے کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ حضور ﷺ کو ککڑی مرغوب تھی، میں جس وقت ککڑیاں لے کر حاضر خدمت ہوئی حضور ﷺ کے پاس بحرین کے کچھ زیورات آئے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے ان میں سے ایک ہاتھ بھر کر مجھے مرحمت فرمایا۔

لغات (اجر) ہمزہ کے فتحہ، جیم کے سکون اور راء کی تنوین مکسور کے ساتھ جرو بکسر الجیم کی جمع ہے جو کہ ہر چیز کے چھوٹے کو بلوتے ہیں یہاں تک کہ خربوزہ، تربوز وغیرہ کے چھوٹے کو یہاں مراد ککڑیاں ہیں چھوٹی چھوٹی۔ زغب: راء کے ضمہ اور غین کے سکون کے ساتھ جمع ہے ازغب کی اور یہ زغب (بالفتح) سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں پروں سے پہلے آنے والا رواں۔

باب ماجاء فی صفة شُربِ رسول اللّٰہ ﷺ

حدثنا قتیبة بن سعید ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ پانی پینے میں تین دفعہ سانس لیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے کہ اس طرح سے پینا زیادہ خوشگوار اور زیادہ سیراب کرنے والا ہے۔

خلاصۂ باب:

۱...... حضور نبی کریم ﷺ نے زم زم کا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا۔

۲...... آپ ﷺ نے پانی کھڑے اور بیٹھے دونوں حالتوں میں نوش فرمایا۔

۳...... پانی تین سانسوں میں نوش فرمایا۔

۴...... پانی دو سانسوں میں نوش فرمایا۔

۵...... حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور اس کو حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب فرمایا۔

۶...... آپ علیہ السلام نے مشکیزے سے منہ لگا کر پانی نوش فرمایا۔

زم زم کا حکم:

احادیث میں کھڑے ہو کر پانی پینے کی مطلقا ممانعت آئی ہے اس وجہ سے علماء کرام نے زم زم کو بھی اسی میں داخل کر لیا۔ مگر علماء کے مشہور قول کے موافق زم زم عام حکم سے مستثنیٰ ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو اس کا استحباب نقل کیا اور اس کو افضل بتایا ہے۔ بہر حال زم زم میں گنجائش ہے اس لئے کسی پر رد نہیں کیا جا سکتا۔

عام پانی کھڑے ہو کر پینے کا حکم:

احادیث میں ممانعت اور اجازت دونوں معلوم ہوتی ہیں اور یہاں تو عمل بھی ثابت

ہے۔اس لئے علماء نے اجازت کو بیان ضرورت پر محمول کیا ہے مثلاً سبیل وغیرہ پر جہاں اژدہام ہو کھڑے ہو کر ہی پی لینا چاہئے کہ علاوہ میں تکلیف اور ضرر کا اندیشہ قوی ہے۔اب ممانعت کو ارشاد اور حکم استحبابی پر محمول کیا جائے گا اور خلاف کرنا مکروہ اور برا ہوگا۔واللہ اعلم

تین سانسوں میں پانی کا پینا:

بعض روایات میں دو کا ذکر ہے مگر تطبیق آسان ہے کہ جہاں دو کا ذکر ہے وہاں درمیانی سانسوں کا ذکر فرمایا اور تین کا جہاں ذکر ہے تو وہاں کل سانسوں کو شمار کیا۔دوسری توجیہ یہ بھی ہے کہ سانسوں کا ذکر مقصود نہیں بلکہ ٹھہر ٹھہر کر پینا مقصود ہے تو وہ دو تین اور اس سے زائد سانسوں میں بھی ہو سکتا ہے،اس لئے کوئی تعارض نہیں۔مقصود آرام سے پانی پینا ہے تاکہ مضرت نہ ہو۔

وضو کا بچا ہوا پانی:

اس کا حکم بھی زم زم کی طرح ہے، اس لئے جواز بہر حال موجود ہے کہ دونوں پانی متبرک ہیں۔ وہ حضرات جو عدم استحباب کے قائل ہیں فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جو کھڑے ہو کر پانی پیا تو وہ مجمع کو دکھانا مقصود تھا تاکہ سب دیکھ لیں کہ وضو کا پانی جو بچ جائے اس کو پی لینا چاہئے نہ کہ مقصود یہ تھا کہ کھڑے ہو کر پیا جائے۔ بہر حال دونوں طرح کے اقوال ہیں دونوں پر عمل ہو سکتا ہے کسی پر طعن نہیں کر سکتے۔

مشکیزے سے منہ لگا کر پانی پینا:

دوسری روایات سے ممانعت اور یہاں جواز معلوم ہوتا ہے۔شیخ الحدیث صاحب نے بڑی لطیف بات ارشاد فرمائی کہ منہ منہ کا فرق ہوتا ہے بعض کا جھوٹا پسند کیا جاتا ہے اور اکثر گھن کھائی جاتی ہے۔تو آپ علیہ السلام کا ارشاد عمومی ہے تاکہ ایک دوسرے سے تکلیف نہ پہنچے اور باعث نزاع نہ ہو، رہا حضور علیہ السلام کا منہ لگا کر پینا تو اس کو کسی دوسرے پر قیاس کیا ہی نہیں جا سکتا کہ وہ تو مطلوب ہی تھا۔

ممانعت کی دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر برتن، مشکیزے وغیرہ میں کوئی مضر چیز موجود ہوتو اس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔اس صورت میں اگر برتن ایسا ہو کہ جس میں سے پانی نظر آتا ہوتو پھر ممانعت نہ رہے گی۔واللہ اعلم۔

حدیث ام سلیم رضی اللہ عنہا، جس میں مشکیزے کا منہ کاٹ لینے کا ذکر ہے اس سے تبرک بآثار صالحین ثابت ہوئی ہے۔ نیک لوگوں کی چیزوں میں بھی برکت ہوتی ہے۔ جولوگ اللہ تعالیٰ کی بات مانتے ہیں، اللہ والے ہوتے ہیں، ان کی چیزوں میں بھی اللہ تعالیٰ شان محبوبیت پیدا فرما دیتے ہیں۔

باب ماجاء فی تعطر رسول الله ﷺ

حدثنا محمد بن رافع ...... عن ابيه:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کے پاس سکۃ تھا جس میں سے خوشبو لگایا کرتے تھے۔

سکۃ کی تفسیر میں دو قول ہیں: ایک تفسیر ڈبیا سے کی گئی ہے یعنی جس میں خوشبو رکھی جاتی ہے۔دوسری تفسیر مرکب خوشبو سے کی گئی ہے۔

حدثنا قتيبه بن سعيد ...... عن ابن عمر رضى الله عنهما الخ:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں لوٹائی نہیں جاتیں۔(۱) تکیہ (۲) تیل، خوشبو (۳) دودھ

یہاں ظاہراً چار چیزیں آ گئیں حالانکہ تین کی صراحت ہے جواب یہ ہے کہ اکثر خوشبو کی ملاوٹ تیل میں ہی کی جاتی ہے اور پھر بعض تیل بطور خوشبو کے لگائے جاتے ہیں تو مراد خوشبو ہی ہے یہ تیل تبعاً ذکر کر دیا۔

حدثنا عمر بن اسمٰعیل ...... عن جریر بن عبداللّٰہ:

حضرت جریر بن عبداللہ البجلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں معائنہ کے لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا۔ اُنہوں نے اپنی چادر اُتار دی (اور صرف لنگی میں معائنہ کرایا) اور اپنی لنگی میں چل کر دکھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ چادر لے لو پھر لوگوں سے کہا کہ میں نے حضرت جریر سے زیادہ خوبصورت کبھی کسی کو نہ دیکھا سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کی صورت کے کہ ہم تک پہنچا۔

یہاں کئی اشکالات جنم لیتے ہیں۔ پہلی بات تو حدیث سے متعلق کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کا ذکر کیوں نہ کیا کہ آپ تو بدر البدور تھے۔ جواب یہ ہے کہ حضرت عمر نے کمال ادب اور کمال محبت کی بنا پر حضور کا موازنہ کیا ہی نہیں کہ آپ کا حسن ظاہر و باہر اور محتاج بیان تھا ہی نہیں، بھلا حضور سے کس کا مقابلہ البتہ حسن یوسف چونکہ ضرب المثل تھا اس لئے حیرت اور استحباب کے طور پر ان کا ذکر کیا پھر حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن مخفی نہ تھا بلکہ ظاہر تھا اسی لئے آپ علیہ السلام کو ابتلاء کا سامنا رہا اور آپ بعد میں نقاب بھی چہرے کے سامنے کرنے لگے تھے کہ لوگ آپ کے حسن کی محویت کی وجہ سے بات ہی نہ کر سکتے تھے سبحان اللہ البتہ حضور ﷺ کا حسن اللہ تعالیٰ نے مخفی رکھا اور آپ کو ایسا رعب دیا کہ صحابہ آپ کو براہ راست دیکھنے کی تاب نہ رکھتے تھے بلکہ نگاہیں نیچے رکھ کر بات کرتے تھے اور حسن پوری طرح ظاہر کر دیا جاتا تو استفادہ محال ہو جاتا۔

دوسری بات یہاں پر یہ ہے کہ اس حدیث کا اس باب سے کیا تعلق تو بعض شراح نے تو یہ جواب دیا کہ اس حدیث کا یہاں مذکور ہونا ناسخوں کا سھو ہے۔ مگر زیادہ اچھی بات یہ ہے کہ یہ حدیث برمحل ہے۔ دراصل امام ترمذی نے اس حدیث کو ذکر کر کے ایک خاص نکتہ ذکر فرمایا کہ جو شخص جتنا حسین ہوتا ہے اس کے بدن سے خوشبو بھی آیا کرتی ہے اور یہ بات عرب میں معروف تھی کہ حسین آدمی ویسے بھی خوشبو کا استعمال زیادہ کیا کرتا ہے۔ تو جب حضور ﷺ کے جسم اطہر سے

ایسی خوشبو پھوٹتی کہ جس کا مقابلہ مشک وعنبر نہ کر سکتے جس شخص کو آپ کا ہاتھ مس کر جاتا وہ مہک جایا کرتا تو آپ علیہ السلام کے حسن کا کیا کہنا، وہ یقیناً نا قابل بیان ہوگا۔

باب کیف کان کلام رسول اللّٰہ ﷺ

حدثنا محمد بن یحییٰ ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ (بعض) کلمہ کو تین دفعہ دہراتے تا کہ اس کو سمجھ لیا جائے۔ یہ دہرانے کی ضرورت فہم مخاطب کے اعتبار سے تھی چنانچہ اگر بات ایک دو مرتبہ میں سمجھ میں آجاتی تو اسی پر اکتفا کیا جاتا، بلا ضرورت کلام کو طول نہ دیا جاتا۔

حدثنا سفیان بن وکیع ...... عن الحسن بن علی:

ھند بن ابی ھالۃ جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے ماموں لگتے ہیں (کہ یہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر سے تھے تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اخیافی بھائی ہوئے) یہ حضرت ﷺ کے حلیہ شریف کو کثرت سے بیان فرماتے تو ان سے حضرت حسن نے عرض کیا کہ حضور ﷺ کی گفتگو کی کیفیت مجھ سے بیان فرمایئے تو فرمانے لگے کہ حضور ﷺ آخرت کی فکر اور غم میں مشغول رہتے (یعنی ہر وقت غمگین ہی رہتے، بات چیت تو وہ آدمی کرے جو خوش ہو اور اس کو بے فکری ہو تو آپ آخرت کی وجہ سے غمزدہ رہتے کہ امت کا کیا ہوگا ان کی نجات کی کیا صورت ہو وہاں دنیا کا غم تو دور کی بات اس کی پرواہ بھی نہ تھی) **لیست لہ راحۃ** آپ کو کسی چیز سے راحت نہ ہوتی (یہاں من الدنیا محذوف ہے کہ آپ کو دنیاوی چیزوں سے لذت نہ ملتی آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں اور دل کا چین اللہ کے ذکر میں تھا) طویل السکت آپ طویل خاموشی اختیار فرماتے (بات سے بات نہیں نکالتے تھے بلکہ ضرورت کا کلام فرماتے اور یہی عقلاء کی نشانی بھی ہے) **یفتتح الکلام ویختمہٗ بأشداقہ** آپ کی تمام گفتگو ابتدا سے انتہا تک منہ بھر کر

ہوتی تھی (بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ تکبر کی وجہ سے منہ پورا نہیں کھولتے بلکہ منہ ہی منہ میں بات کرتے ہیں کسی کو بات سمجھنے کا شوق ہو تو خود سمجھے ان کو پرواہ نہیں ہوتی) آپ جامع کلام فرماتے تھے (جس کے معنی زیادہ اور الفاظ کم ہوں (پہلے گزرا کہ طویل السکت تھے اب بتایا کہ جب بولتے تو بات کو لمبا ہی نہ فرماتے بلکہ جامع کلام فرماتے) کلامہ فصل آپ کا کلام ایک دوسرے سے ممتاز ہوتا اس میں کمی زیادتی نہ ہوتی تھی (پورا پورا سمجھ میں آ جانے والا کلام ہوتا تھا) **لیس بالحافی ولا بالمهین** آپ نہ تو سخت مزاج تھے (جیسے عموماً دیہاتی ہوتے ہیں) اور نہ ہی آپ کسی کی تذلیل کرتے تھے (جیسے دنیاوی بڑوں کی عادت ہوتی ہے) **یعظم النعمة** آپ علیہ السلام چھوٹی سے چھوٹی نعمت کو بھی بڑا جانتے (اور اس کا اظہار فرماتے) **ولا یذم منها شیئاً** اور اس کی مذمت نہ فرماتے البتہ کھانے کی نہ تعریف کرتے نہ مذمت فرماتے (مذمت نہ کرنا تو ظاہر ہے کہ اللہ کی نعمت ہے اور زیادہ تعریف نہ کرنا بھی اس وجہ سے کہ اس سے کھانے کی حرص معلوم ہوتی ہے)۔

ولا تغضبه الدنیا آپ کو دنیا اور اس کے متعلقات غضبناک نہ کرتے تھے (کہ دنیا کی وہاں حیثیت ہی نہ تھی) البتہ دینی امر اور حق بات سے کوئی شخص تجاوز کرتا تو اس وقت آپ کے غصے کی کوئی شخص تاب نہ لا سکتا تھا اور کوئی اس کو روک بھی نہ سکتا تھا جب تک کہ آپ اس کا انتقام نہ لے لیں۔ لا یغضب لنفسه ولا ینتصر لها آپ اپنے نفس کے لئے غضبناک نہ ہوتے اور نہ ہی اس کے لئے انتقام لیتے۔ **اذا اشار** جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ سے اشارہ فرماتے (کہ انگلی سے اشارے میں کبر کا شائبہ ہوتا ہے) واذا تعجب قلبها جب تعجب فرماتے تو ہاتھ کو الٹ پلٹ کرتے **واذا تحدث اتصل بها** جب بات چیت فرماتے تو ہاتھوں کو بھی حرکت دے لیا کرتے (یعنی آپ کے ہاتھ بھی شامل گفتگو ہوتے (مگر ایک حد تک) بات کرتے ہوئے کبھی کبھی داہنی ہتھیلی کو بائیں انگوٹھے کے اندرونی حصے پر مارتے اور جب کسی پر ناراض ہوتے تو اس

سے منہ پھیر لیتے اور بے توجہی فرماتے اور جب آپ خوش ہو جاتے تو آنکھوں کو حیا کی وجہ سے بند فرما لیتے۔ جُلُّ ضحکه التبسم آپ کی اکثر ہنسی تبسم ہوتی یفتر عن مثل حب الغمام آپ کے دندان مبارک اس وقت اولے کی طرح ظاہر ہوتے تھے۔ (ﷺ)

باب ماجاء فی ضحک رسول الله ﷺ

حدثنا محمد بن بشار ...... عن عامر بن سعد:

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے غزوہ خندق کے دن حضور ﷺ کو اس طرح ہنستے دیکھا کہ آپ کی باچھیں کھل گئیں۔ میں نے پوچھا کیا وجہ تھی؟ فرمانے لگے کہ ایک آدمی مع اپنی ڈھال کے (حضرت سعد کا مقابل تھا) اور حضرت سعد تیر برسا رہے تھے اور وہ شخص بار بار اپنی ڈھال کو اس طرح سامنے لے آتا کہ اپنی پیشانی کو بچا لیتا پھر ایسا ہوا کہ حضرت سعد نے تیر نکال کر (چلہ میں کھینچا اور انتظار کرتے رہے) جیسے ہی اس نے سر اُٹھایا آپ نے تیر چلا دیا پس اس دفعہ کا نشانہ اس سے خطا نہ گیا یعنی اس کی پیشانی (پر لگا) اور وہ پیچھے گرا اور اس کی ٹانگیں اوپر کو اُٹھ گئیں پس حضور اقدس ﷺ اس قصے پر ہنسے یہاں تک کہ آپ کی باچھیں کھل اُٹھیں میں نے پوچھا کہ کس بات نے آپ کو ہنسایا فرمایا: سعد کے اس آدمی کے ساتھ معاملے نے (نہ کہ کشف عورت نے)۔

با ب ماجاء فی صفة مُزاح رسول الله ﷺ

حدثناھناد بن السری ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال......:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ ہمارے ساتھ گھل مل جاتے یہاں تک کہ میرے چھوٹے بھائی سے (مزاحا) فرمانے لگے اے ابو عمیر وہ بلبل کا کیا بنا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد متعدد مسائل کی طرف اشارہ فرمایا جو اس حدیث شریف سے مستنبط ہوتے ہیں۔

ایک مسئلہ تو یہ کہ حضور مزاح فرمایا کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ مزاح کرنا وقار کے خلاف نہیں اگر حدود کے اندر ہو اور دوسروں کے لئے باعث اذیت نہ ہو۔

دوسرا مسئلہ: یہ معلوم ہوا چھوٹے بچے کی بھی کنیت ہوسکتی ہے اگر چہ وہ حد بلوغ کو بھی نہ پہنچا ہو۔

تیسرا مسئلہ: یہ نکلا کہ بچے کو کھیلنے کے لئے پرندہ دے سکتے ہیں جبکہ وہ اس کو نقصان نہ پہنچائے۔

چوتھا مسئلہ: یہ کہ پرندے کو مقید کیا جاسکتا ہے اگر اس کے دانے پانی کا خیال رکھا جائے۔

اس حدیث سے حنفیہ کے ایک بڑے معرکۃ الآراء مسئلہ کی تائید بھی ہوتی ہے کہ مدینہ کا حرم، حرم مکہ کے مثل نہیں ورنہ کسی صورت بھی پرندے کو مقید کرنے کی اجازت نہ ہوتی واللہ اعلم۔

حدثنا اسحٰق بن منصور ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال......:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جو کہ جنگل دیہات کے رہنے والے تھے اور ان کا نام زاہر تھا وہ جب حاضر خدمت ہوتے تو حضور اقدس ﷺ کے لئے جنگل کے ہدایا لایا کرتے تو آپ (بھی) ان کی سواری پر (شہری) سامان لدوا دیا کرتے (ایک دفعہ) آپ نے فرمایا زاہر تو ہمارا دیہات ہے اور ہم اس کا شہر ہیں اور آپ ﷺ کو ان سے محبت تھی حالانکہ وہ ایک بدصورت سے آدمی تھے پس ایک دن آپ علیہ السلام ان کے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ وہ خرید وفروخت میں مشغول تھے تو آپ نے ان کی پیچھے سے کولی بھر لی اس طرح سے کہ وہ آپ ﷺ کو دیکھ نہ سکتے تھے تو کہنے لگے کہ کون ہے بھائی چھوڑ و مجھے! اب جو مڑ کر دیکھا

تو حضور ﷺ کو پہچان گئے تو لگے اپنی پیٹھ کو حضور کے سینے کے ساتھ اور اچھی طرح چمٹانے (کہ خوب برکات حاصل ہوں) اب آپ ﷺ بھی آواز لگانے لگے کہ کون اس غلام کو خریدے گا۔ ان صحابی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! پھر تو آپ خدا کی قسم! مجھے کھوٹا ہی پائیں گے (بوجہ بدصورتی کے) اس پر حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا مگر تو اللہ کے نزدیک کم قیمت نہیں یا یہ ارشاد فرمایا کہ تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بیش قیمت ہے۔

باب ماجاء فی صفة کلام رسول اللّٰہ ﷺ فی الشعر

حدثنا اسحق بن منصور ...... عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اقدس ﷺ عمرۃ القضاء کی غرض سے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ اپنی گردن میں تلوار ڈالے اور حضور کی اونٹنی کا مہار پکڑے آگے آگے چل رہتے تھے اور یہ اشعار پڑھ رہے تھے۔

خَلُّوا بَنِی الکفار عن سبیله

الیوم نضربکم علی تنزیله

اے کافروں کے بچوں! (کافرزادو!) اس (نبی) کا راستہ چھوڑ دو (خالی کردو) آج (وعدہ خلافی ہوئی اور راستہ روکا گیا تو پھر تمہاری خیر نہیں) ہم تمہیں ماریں گے حضور ﷺ کے مکہ میں نزول فرمانے پر یا بوجہ نبی ﷺ کے منزل علیہ الوحی ہونے پر۔

ضربًا یُزِیلُ الهامَ عن مَقِیلِه

ویَذْهَلُ الخلیلَ عن خَلِیلِهٖ

ایسی مار (ماریں گے) جو کھوپڑیوں کو تن سے جدا کردے گی اور دوست کو دوست بھلا دے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا کہ اے ابن رواحہ! (خیال کرو) کیا تم رسول اللہ ﷺ کے سامنے اور حرم اللہ میں شعر کہتے ہو؟ تو نبی کریم ﷺ نے اس پر ارشاد فرمایا اے عمر! اس کو چھوڑ رکھو کہ یہ اشعار ان پر تیر برسانے سے بھی زیادہ سریع الاثر ہیں۔

فائدہ: اس حدیث میں شعر کہنے والے صحابی کا نام عبداللہ بن رواحہ آیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں کعب ابن مالک کا نام آتا ہے۔ امام ترمذی بھی اس طرف گئے کہ عبداللہ بن رواحہ کے بجائے یہ دوسرا نام صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ اس وقت موجود نہ تھے بلکہ غزوہ موتہ میں شہید ہو چکے تھے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس قول پر بڑے شدومد کے ساتھ نقد فرمایا اور امام ترمذی رحمہ اللہ کے قول پر رد کیا کہ آپ نے کیسے ایسی بات ارشاد فرما دی صحیح اور راجح بات بھی یہی ہے کہ یہ شعر حضرت عبداللہ بن رواحہ کا ہے۔ صلح حدیبیہ ۶ ہجری میں ہوئی، عمرۃ القضاء ۷ ہجری میں اور غزوہ موتہ شروع ۸ ہجری میں اور فتح مکہ ختم ۸ ہجری رمضان میں۔ تو عمرۃ القضاء میں آپ رضی اللہ عنہ زندہ تھے۔ واللہ اعلم

حدثنا احمد بن منیع ...... عن ابیہ:

حضرت عمرو بن شرید اپنے والد شرید رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور ﷺ کے ساتھ سواری پر آپ کے پیچھے بیٹھا تھا تو میں نے آپ کو امیہ بن ابی الصلت کے کلام میں سے سو شعر سنائے جب میں ایک شعر سنا دیتا تو نبی کریم ﷺ فرماتے ھیہ یعنی اور اور یہاں تک کہ میں نے سو اشعار سنا دیئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قریب تھا کہ یہ مسلمان ہو جاتا۔

باب ماجاء فی کلام رسول اللّٰہ ﷺ فی السمر

سمر سین کے فتحہ کے ساتھ اور میم کے فتحہ، سکون دونوں طرح پڑھایا گیا ہے۔

سمر اصل میں چاندنی کو بولتے ہیں پھر چونکہ لوگ چاندنی راتوں میں بیٹھ کر قصہ گوئی کیا کرتے اس لئے اس پر اطلاق ہونے لگا۔ سمر اسم ہے مسامرۃ مصدر سے بمعنی محادثۃ۔

حدثنا الحسن بن صباح التراز ...... عن عائشه رضی اللہ عنها:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے اپنے گھر والوں کو ایک (عجیب) قصہ سنایا ایک عورت نے کہا کہ یہ قصہ تو حیرت اور تعجب میں بالکل خرافہ کے قصے کی طرح ہے۔ حضور نے فرمایا کہ جانتی بھی ہو کہ خرافہ کا اصل قصہ کیا ہے۔ خرافہ بنوعذرہ کا ایک شخص تھا، جس کو جنات پکڑ کر لے گئے تھے ایک عرصے تک اُنہوں نے اس کو اپنے پاس رکھا پھر واپس چھوڑ گئے۔ وہاں کے قیام کے عجائبات وہ لوگوں میں نقل کرتا تھا تو وہ متحیر ہوتے تھے اس کے بعد لوگ ہر حیرت انگیز قصے کو حدیث خرافہ کہنے لگے۔

فائدہ: خرافہ اردو میں بھی مستعمل ہے، مگر دوسرے معنوں میں جب کوئی بے کار اور واہیات بات سنتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ کیا خرفات ہے جبکہ عرب میں حیرت اور تعجب کے مقام میں کہا جاتا ہے۔

"حدیث ام زَرُع"

ام زرع یہ ان گیارہ عورتوں میں سے ایک عورت ہے جنہوں نے آپس میں عہد کیا تھا کہ وہ اپنے شوہروں کے حالات ایک دوسرے کو بالکل درست درست سنائیں گی چونکہ اس عورت کے کلام میں طوالت بھی زیادہ ہے اور بلاغت بھی اس لئے حدیث کا نام حدیث ام زرع پڑ گیا۔

یہ حدیث مرفوع ہے کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس حدیث کے آخر میں

حضور ﷺ کا یہ کلام ذکر کیا، "کنت لک کابی زرع لام زرع" یعنی نہ صرف یہ کہ آپ علیہ السلام نے اس قصے کو سنا بلکہ اس کو سچ بھی جانا۔ ان عورتوں کا تعلق حجاز سے تھا یا پھر یمن سے دونوں روایتیں ہیں البتہ جس روایت میں خثعم کا ذکر ہے تو وہ نئی روایت نہیں بلکہ یمن کے قبیلے میں سے ایک قبیلہ خثعم ہے۔ واللہ اعلم

عن عائشه رضی اللّٰه عنها قالت جلست احدی عشرة امراة ......:

حضرت عن عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک دفعہ گیارہ عورتیں آپس میں یہ معاہدہ کر بیٹھیں کہ ایک دوسرے کو اپنے خاوندوں کا حال سنائیں گی اور کچھ نہ چھپائیں گی تو فرمایا کہ پہلی عورت بولی: میرا شوہر ناکارہ دبلے اونٹ کے گوشت کی مانند ہے اور وہ (بھی) سخت دشوار گزار پہاڑ کی چوٹی پر ہو نہ تو (راستہ) سہل ہے کہ اس پر چڑھا جائے اور نہ ہی موٹا (اس قابل) کہ اس کی وجہ سے اس کو اختیار کیا جائے (اور اُتارنے کی کوشش کی جائے)۔

لغات. غَث: کمزور اور بیکار اگر جر کے ساتھ ہو تو اونٹ کی صفت اور اگر رفع ہو تو لحم کی صفت۔

الوعر: فتح اور پھر سکون کے ساتھ "جبل" کی صفت ہے بمعنی صعب۔

فینتقی: مجہول کے صیغے کے ساتھ بمعنی یختار للاکل کھانے کے قابل ایک دوسرے نسخے میں ینتقی کی جگہ ینتقل آیا ہے یعنی منتقل کیا جائے۔

قالت الثانیه: دوسری عورت بولی (میں اپنے شوہر کی خبر کیا نشر کروں) میں اپنے شوہر کی خبر نہیں پھیلاؤں گی مجھے تو ڈر ہے کہ میں کچھ نہ چھوڑوں گی اگر میں بیان کرنے پر آ گئی تو ظاہری اور باطنی تمام عیوب ہی بیان کروں گی) اس لئے میرا منہ نہ کھلواؤ اور مجھے باز ہی رکھو (اس میں اس نے اپنے شوہر کی سخت مذمت بیان کی)۔

لغات۔ عجرۂ وبجرۂ: ظاہر اور باطن کو کہتے ہیں۔

قالت الثالثۃ: تیسری عورت بولی: میرا شوہر لمڈھینگ ہے (بہت لمبا ہے) اگر میں کبھی کسی بات میں بول پڑوں تو فوراً طلاق، اگر چپ رہوں تو اُدھر میں لٹکی رہوں۔

لغات۔ العشق: الطویل المستکرہ

اطلق/اعلق: دونوں تفعیل سے مجہول کے صیغے ہیں۔

قالت الرابعۃ: چوتھی عورت بولی: میرا شوہر تہامہ (علاقے) کی رات کی مثل ہے جو نہ گرم ہوتی ہے اور نہ ہی سرد (بلکہ معتدل ہوتی ہے) نہ تو (مجھے) کوئی خوف ہے اور نہ ہی (اس سے) اکتاہٹ ہوتی ہے۔

قالت الخامسۃ: پانچویں عورت بولی: کہ میرا شوہر جب گھر میں آتا ہے تو چیتا بن جاتا ہے اور جب باہر جاتا ہے تو مثل شیر کے ہو جاتا ہے تو جو گھر میں ہوتا رہے تحقیق وتفتیش نہیں کرتا۔

اس کلام سے مدح و مذمت دونوں ہی معنی مستفاد ہوتے ہیں مدح کی صورت تو یہ ہوگی کہ گھر میں آتا ہے تو مثل چیتے کے بالکل بے خبر بن جاتا ہے، گھر والوں کو تنگ نہیں کرتا، جماع کا شوقین ہے اور جب باہر جاتا ہے تو خوب زور دکھاتا ہے اور مردانگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

مذمت کی صورت یہ ہوگی کہ گھر میں گھر والوں کے حالات سے بے خبر رہتا ہے، کوئی مرے یا جیے اس کو کوئی غرض نہیں بس اپنے مطلب سے غرض ہے باہر سب اس کو شریف بتلاتے ہیں جبکہ گھر کی کوئی خبر نہیں۔

لغات:

فہد، اسد (س): باب سمع سے دونوں آتے ہیں صفت کے معنی میں اسم کی صورت میں خبر کا ترجمہ کریں گے، فعل بھی ہو سکتے ہیں اور اسم بھی۔

قالت السادسہ: چھٹی عورت کہنے لگی کہ میرا خاوند جب کھائے سب چٹ کر جائے، جب پئے سب چڑھا جائے، جب لیٹے سب لپیٹ لے اور ہاتھ تک تو بڑھاتا نہیں کہ پراگندگی معلوم چلے۔

لغات: **التف:** لپیٹنا، **اشتف:** **ای شرب الشفافة .شفافة** اس آخری قطرے کو کہتے ہیں جو پینے میں بچ جاتا ہے۔**یولج: ایلاج:** داخل کرنا۔ **البث:** پراگندگی، پریشان حالی۔

یہ عورت اپنے شوہر سے بیزار ہے اور بظاہر اس کا انداز شکایت ہی کا ہے اگرچہ بعض نے اس میں بھی مدح کا پہلو دیکھا ہے۔

جب کھائے، دوسروں کا خیال کئے بغیر کھائے، جب پئے آخری قطرہ بھی حلق سے نیچے اُتارے دوسرے کی پیاس اور طلب کا کوئی احساس نہیں جب لیٹے اکیلا ہی بے پرواہ لپیٹ کر لیٹ جائے یہ نہیں کہ بیوی کا خیال کرے اس کی خیر خبر لے اس سے اظہار محبت کرے، بالکل بے پرواہ اور بے درد ہے۔

قالت السابعہ:

ساتویں کہنے لگی کہ میرا خاوند صحبت سے عاجز بالکل نامرد اور اتنا بے وقوف کہ بات تک تو کر نہیں سکتا دنیا میں جو کوئی بیماری ہوگی تو اس میں ہے اخلاق ایسے کہ میرا سر پھوڑے یا بدن زخمی کرے یا دونوں ہی کر گزرے۔

لغات: عیایا: عی سے ہے بمعنی عاجز، **غیایا:** غی سے گمراہ۔

طباقا: بے وقوف اور **یطبق بصدرہ علی التمروة وھو مکروۂ عندالنساء.**

شجک: **(شج) جرح الرأس و فلک: (فل) کسر العظم دون الرأس.**

قالت الثامنہ:

آٹھویں عورت بولی: میرے شوہر کے کیا ہی کہنے، اس کا چھونا (نرمی میں) گویا

خرگوش کا چھونا ہے اور اس کی مہک، زعفران کی طرح خوشگوار مہک ہے۔ یعنی ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے اچھا ہے۔

قالت التاسعه:

نویں بولی: میرا شوہر رفیع الشان (اونچے مکان والا/مہمان نواز) ہے بڑی راکھ والا ہے۔ دراز قد ہے، دارالمشاورت سے اس کا گھر نزدیک ہے۔

لغات: عماد: عمد ستون کو کہتے ہیں، یہ یا تو شرافت نسب سے کنایہ ہے یا حقیقتاً اس کا گھر بڑے بڑے اونچے ستونوں پر مشتمل ہوگا کہ رؤوساء اور امیروں کے محلات ممتاز ہوا ہی کرتے ہیں۔

عظیم الرماد: زیادہ راکھ والا ہونا، مشیر ہے مہمان نواز ہونے کی طرف کہ جس کے گھر میں راکھ زیادہ ہو، اس کے گھر میں یقیناً زیادہ کھانا بنتا ہوگا اور زیادہ کھانا زیادہ لوگ ہی کھاتے ہونگے۔

طویل النجاد: النجاد بالکسر حمائل السیف کو بولتے ہیں اور تلوار کا نیام اسی شخص کی لمبی ہوگی جو طویل القامت اور عظیم الجثہ ہو۔ یا یہ "طول" استعارہ ہو جیسے کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں کے ہاتھ لمبے ہیں یعنی اس کی پہنچ اعلیٰ سطح پر ہے۔

قالت العاشره:

دسویں کہنے لگی کہ میرا شوہر مالک ہے اور مالک کا کیا حال بیان کیا جائے وہ ان سب سے بہتر ہے۔ اس کے بکثرت اونٹ ہیں جو اکثر مکان کے قریب ہی باندھے جاتے ہیں چراگاہ میں چرنے کے لئے کم جاتے ہیں وہ اونٹ باجے کی آواز سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ اب ہلاکت کا وقت آ گیا۔

لغات: المبارك: واحد مبرک آتا ہے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ۔ اسم ظرف ہے۔

اَلْمَسْرَح یہ مصدر میمی ہے یا پھر ظرف زمان یا مکان ہے۔ المِزْهَر بكسر الميم العود الذى يضرب.

قالت الحادية عشرة:

گیارہویں بولی کہ میرا شوہر ابوزرع اور ابوزرع کی تعریف میں کیا کہا جائے۔ زیورات سے اس نے میرے کان جھکا دیئے اور چربی سے میری بازوؤں کو بھر دیا اور مجھے اتنا خوش کر دیا کہ میں خود پسندی میں مبتلا ہوگئی۔ اس نے مجھے چند بکریوں والے (غریب گھرانے) میں پایا۔ پس اس نے (شادی کر کے) مجھے گھوڑوں اونٹوں، بیلوں اور کسان رکھنے والے گھرانے میں سے بنا دیا۔ پس میں اس کے یہاں بولتی تو میری بات کا برا نہ منایا جاتا اور سوتی تو دن چڑھاتی اور پیتی تو سیر ہو کر ہی چھوڑتی ابوزرع کی ماں تو وہ بھی کمال کی عورت تھی اس کے غلے سے بھر پور برتن بڑے بڑے تھے اور اس کا گھر خوب کشادہ۔ ابوزرع کا بیٹا اس کا کیا ہی کہنا اس کے آرام کی جگہ مثل ستی ہوئی ٹہنی یا ستی ہوئی تلوار (جیسے تلوار تھوڑی جگہ گھیرتی ہے ویسے ہی یہ لڑکا بالکل چھریرے بدن کا دبلا پتلا تھا۔ (عرب میں مرد کا دبلا پتلا اور پھرتیلا ہونا جبکہ عورت کا خوب فربہ اور موٹی ہونا صفات محمودۃ میں شمار ہوتا ہے) اور اس کو بکری کے بچے کا ایک دست ہی کافی ہوتا کہ شکم سیر کر دیتا۔ ابوزرع کی بیٹی اس کی (بھی) کیا بات (تھی) اپنے باپ اور ماں دونوں کی مطیع اور ایسی موٹی تازی کے چادر کو بھر دے اور اپنی سوکن کو (بوجہ اپنے حسن کے) غصے میں بھرے۔ ابوزرع کی لونڈی وہ بھی باکمال (تھی) ہماری باتوں کو پھیلاتی نہیں پھرتی (تھی) اور نہ ہمارے گھر کو تنکے خس وخاشاک سے بھر پور رکھتی (بلکہ صفائی ستھرائی کا خیال رکھتی تھی)۔

پھر کہنے لگی کہ ابوزرع ایک دفعہ گھر سے نکلا ایسے وقت جبکہ دودھ کے برتن بلوئے جا رہے تھے، پس اس کی ملاقات ایک ایسی عورت سے ہوگئی کہ جس کی کمر کے نیچے دو بچے چیتے جیسے، دو اناروں سے کھیل رہے تھے (اناروں سے مراد یا تو حقیقۃ انار اس یا کنایہ ہے عورت کے

پستانوں سے) تو (وہ اس کو ایسی پسند آ گئی کہ) اس نے مجھے طلاق دے کر اس سے شادی کر لی میں نے بھی اس کے بعد ایک دوسرے آدمی سے شادی کر لی جو کہ سرداروں میں سے ہے اور بہترین گھوڑے کا سوار ہے اور خطی تلوار (ہی) پکڑتا ہے اور جس مجھے بعد زوال نعمت کے اونٹ بیل اور مال دیا اور جس نے مجھے ہر چرنے والے جانور میں سے جوڑا دیا اور مجھ سے کہا کہ اے ام زرع خود بھی کھا اور اپنے گھر والوں کو بھی کھلا (تجھ پر کوئی روک ٹوک نہیں) اگر میں تمام ان نعمتوں کو بھی جمع کر لوں جو اس نے مجھے دیں تو وہ ابو زرع کے ایک چھوٹے برتن کی مقدار کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں (محبت کرنے اور اعطائے نعمت میں) تمہارے لئے مثل ابو زرع کی مثل ہوں ام زرع کے حق میں۔

فائدہ: اس کے بعد احادیث میں یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ مگر میں تجھے طلاق نہ دوں گا طبرانی کی روایت میں ہے کہ اس کے بعد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ ابو زرع کی آپ کے سامنے کیا حیثیت آپ تو اس سے کہیں بڑھ کر ہیں۔

لغات۔

اَنَاس: ای اَمالَ جھکا دینا۔

حُلِيٌّ: حلیۃ کی جمع زیور۔

بجحنی: از تفعیل فرحنی بححت الی نفسی: عجب میں مبتلا ہونا۔

اهل غنیمة: چند بکریوں والا گھرانا (کنایہ ہے غربت سے)

صهیل: صوت الخیل ، اَطِیط: صورت الابل

دالس: اسم فاعل من الدوس روندنا، بیل جو چارے پر گاہنے کے لئے چلتا ہے۔

مُنَقّ: (تنقیة) الذی ینقی الحب ویصلی بعد الدؤس.

عکوم: جمع العکم هو العیل الذی فیه متا ع.

ر داح: عظام کبیرٌ

فساحٌ: ای واسع

کمسل الشطبة: مسل مصدر میمی بمعنی مسلول.

شطبة: هی جریدة النخل وقیل السیف

طوع: مصدر بمعنی الفاعل وهو اللبالغة

المیرة: الطعام

تنقث/ تنقص: کم کرنا

تعشیش: من العُش گھونسلا اور گھونسلے میں چونکہ کوڑا کرکٹ بہت ہوتا ہے اس لئے اس کو کوڑا کرکٹ کے معنی میں لے لیا۔

تمخض: دودھ/ دہی کو بلوہنا

السری: جمع سُراة سردار

الشری: الجواد من الخیل عمدہ گھوڑا۔

باب ما جاء فی بکاء رسول اللہ ﷺ

حدثنا سوید بن نضر قال انا .... عن ابیه:

حضرت عبداللہ بن الشخیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی ﷺ نماز پڑھ رہے تھے اور رونے کی وجہ سے آپ کے سینہ سے ایسی آواز نکل رہی تھی جیسے ہنڈیا کا جوش ہوتا ہے۔

باب ماجاء فی فراش رسول اللہ ﷺ

حدثنا ابوالخطاب زیاد بن یحییٰ البصری ......عن ابیہ قال: امام محمد باقر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کسی سے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضورؐ کا بستر کیسا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے درخت کی چھال بھری ہوئی تھی۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ آپ کے یہاں حضور ﷺ کا بستر کیسا تھا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ ایک ٹاٹ تھا جس کو دوہرا کر کے ہم حضور ﷺ کے نیچے بچھا دیا کرتے تھے۔ ایک روز مجھے خیال ہوا کہ اگر اس کو چوہرا کر کے بچھا دیا جائے تو زیادہ نرم ہو جائے گا۔ میں نے ایسے ہی بچھا دیا۔ حضور ﷺ نے صبح کو دریافت فرمایا کہ میرے نیچے رات کیا چیز بچھائی تھی۔ میں نے عرض کیا کہ وہی روزمرہ کا بستر تھا رات اس کو چوہرا کر دیا تھا کہ زیادہ نرم ہو جائے حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس کو پہلے حال ہی پر رہنے دو، اس کی نرمی رات مجھے تہجد سے مانع ہوئی۔

باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ

حدثنا سفیان بن وکیع ...... عن الحسن بن علی رضی عنہما قال:

ترجمہ: امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے پوچھا۔ وہ حضور کے حالات اکثر بیان کرتے تھے اور مجھے اُن کے سننے کا اشتیاق تھا تو اُنہوں نے میرے پوچھنے پر حضور کے حلیہ شریف کا ذکر فرمایا کہ حضور بلند پایہ بلند مرتبہ تھے آپ کا چہرۂ انور بدر کی طرح چمکتا

تھا اور پورا حلیہ شریف (جیسا کہ شروع کتاب میں پہلے باب کی ساتویں حدیث میں مفصل گذر چکا ہے) بیان فرمایا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے (بعض وجوہ سے) اس حدیث کا امام حسن رضی اللہ عنہ سے ایک عرصہ تک ذکر نہیں کیا۔ ایک عرصہ کے بعد ذکر کیا تو معلوم ہوا کہ وہ مجھ سے پہلے اس حدیث کو سن چکے تھے اور صرف یہی نہیں کہ ماموں جان سے یہ حدیث سن لی ہو بلکہ والد صاحب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لے جانے اور باہر تشریف لانے اور حضور کا طرز وطریقہ بھی معلوم کر چکے تھے۔ چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضور کے مکان تشریف لے جانے کے حالات دریافت کئے تو آپ نے فرمایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھنے کے وقت کو تین حصوں پر منقسم فرماتے تھے۔ ایک حصہ حق تعالیٰ شانہ کی عبادت میں خرچ فرماتے تھے یعنی نماز وغیرہ پڑھتے تھے۔ دوسرا حصہ گھر والوں کے ادائے حقوق میں خرچ فرماتے تھے۔ مثلاً اُن سے ہنسنا بولنا بات کرنا ان کی حالات کی تحقیق کرنا۔ تیسرا حصہ خاص اپنی ضروریات راحت آرام کے لئے رکھتے تھے۔ پھر اُس اپنے والے حصہ کو بھی دو حصوں پر اپنے اور لوگوں کے درمیان تقسیم فرما دیتے اس طرح پر کہ خصوصی حضرات صحابۂ کرام اُس وقت میں داخل ہوتے اُن خواص کے ذریعہ سے مضامین عوام تک پہنچتے ان لوگوں سے کسی چیز کو اُٹھا کر نہ رکھتے تھے (یعنی نہ دین کے اُمور میں نہ دنیوی منافع میں۔ غرض ہر قسم کا نفع بلا دریغ پہنچاتے تھے) اُمت کے اس حصہ میں آپ کا یہ طرز تھا کہ) ان آنے والوں میں اہل فضل یعنی اہل علم وعمل کو حاضری کی اجازت میں ترجیح دیتے تھے اُس وقت کو اُن کے فضل دینی کے لحاظ سے ان پر تقسیم فرماتے تھے۔ بعض آنے والے ایک حاجت لے کر آتے اور بعض حضرات دو دو حاجتیں لے کر حاضر خدمت ہوتے اور بعض حضرات کئی کئی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کی تمام حاجتیں پوری فرمایا کرتے اور اُن کو ایسے اُمور میں مشغول فرماتے جو خود اُن کی اور تمام اُمت کی اصلاح کے لئے مفید اور کارآمد ہوں۔ مثلا اُن کا دینی اُمور کے

بارہ میں حضور سے سوالات کرنا اور حضور اقدس ﷺ کا اپنی طرف سے مناسب اُمور کی اُن کو اطلاع فرمانا اوران علوم ومعارف کے بعد حضور یہ بھی فرمادیا کرتے تھے کہ جولوگ یہاں موجود ہیں وہ ان مفید اور ضروری اصلاحی امور کو غائبین تک بھی پہنچادیں اور نیز یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ جولوگ کسی عذر (پردہ یا دوری شرم یا رعب) کی وجہ سے مجھ سے اپنی ضرورتوں کا اظہار نہیں کرسکتے تم لوگ اُن کی ضرورتیں مجھ تک پہنچادیا کرو۔ اس لئے کہ جو شخص بادشاہ تک کسی ایسے شخص کی حاجت پہنچائے جو خود نہیں پہنچا سکتا تو حق تعالیٰ شانہ قیامت کے دن اُس شخص کو ثابت قدم رکھیں گے۔ لہٰذا تم لوگ اس میں ضرور کوشش کیا کرو۔ حضور کی مجلس میں ضروری اور مفید ہی باتوں کا تذکرہ ہوتا تھا اور ایسے ہی اُمور کو حضور اقدس ﷺ صحابہ سے خوشی سے سنتے تھے اس کے علاوہ لایعنی اور فضول باتیں حضور کی مجلس میں نہ ہوتی تھیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور کی خدمت میں دینی اُمور کے طالب بن کر حاضر ہوتے تھے اور بلا کچھ چکھے وہاں سے نہیں آتے تھے (چکھنے سے مراد امور دینیہ کا حاصل کرنا بھی ہوسکتا ہے اور حسی چکھنا بھی مراد ہوسکتا ہے اس لئے کہ حضور ﷺ جو کچھ موجود ہوتا اُس سے تواضع فرماتے اور خصوصی احباب کا جب مجمع ہوتا ہے تو موجودہ چیز کی تواضع ہوتی ہی ہے) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور اقدس ﷺ کی مجلس سے ہدایت اور خیر کے رہنما بن کر نکلتے تھے کہ وہ ان علوم کو حسب ارشاد دوسروں تک پہنچاتے رہتے ہیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے باہر تشریف آوری کے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ حضور ضروری امور کے علاوہ اپنی زبان کو محفوظ رکھتے تھے فضول تذکروں میں وقت ضائع نہیں فرماتے تھے۔ آنے والوں کی تالیف قلب فرماتے اُن کو مانوس فرماتے متوحش نہیں بناتے تھے (یعنی تنبیہ وغیرہ میں ایسا طرز اختیار نہ فرماتے جس سے ان کو حاضری میں وحشت ہونے لگے یا ایسے اُمور ارشاد نہ فرماتے تھے جن کی وجہ سے دین سے نفرت ہونے لگے) ہر قوم کے کریم اور معزز کا اکرام واعزاز فرماتے اور اُس کو خود اپنی طرف سے بھی اسی قوم پر متولی اور سردار مقرر فرمادیتے۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے

(یا مضر امور سے بچنے کی تاکید فرماتے یا لوگوں کو دوسروں سے احتیاط رکھنے کی تاکید فرماتے) اور خود اپنی بھی لوگوں کے تکلیف پہنچانے یا نقصان پہنچانے حفاظت فرماتے لیکن باوجود خود احتیاط رکھنے اور احتیاط کی تاکید کے کسی سے اپنی خندہ پیشانی اور خوش خلقی کو نہیں ہٹاتے تھے۔ اپنے دوستوں کی خبر گیری فرماتے۔ لوگوں کے حالات آپس کے معاملات کی تحقیق فرما کر اُن کی اصلاح فرماتے اچھی بات کی تحسین فرما کر اُس کی تقویت فرماتے اور بری بات کی برائی بتا کر اُس کو زائل فرماتے اور روک دیتے۔ حضور اکرم ﷺ ہر امر میں اعتدال اور میانہ روی اختیار فرماتے تھے نہ کہ تلون اور گڑ بڑ کہ کبھی کچھ فرما دیا کبھی کچھ۔ لوگوں کی اصلاح سے غفلت نہ فرماتے تھے کہ مبادا وہ دین سے غافل ہو جاویں یا کسی امر میں حد سے بڑھ جانے کی وجہ سے دین سے اکتا جاویں (اس لئے حضور ﷺ ان کے حالات سے غفلت نہ فرماتے تھے) ہر کام کے لئے آپ کے یہاں ایک خاص انتظام تھا۔ امر حق میں نہ کبھی کوتاہی فرماتے تھے نہ حد سے تجاوز فرماتے تھے۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والے خلقت کے بہترین افراد ہوتے تھے۔ آپ کے نزدیک افضل وہی ہوتا تھا جس کی خیر خواہی عام ہو یعنی ہر شخص کی بھلائی چاہتا ہو۔ آپ کے نزدیک بڑے رتبہ والا وہی ہوتا تھا جو مخلوق کی غمگساری اور مدد میں زیادہ حصہ لے۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور کی مجلس کے حالات دریافت کئے تو اُنہوں نے فرمایا کہ آپ کی نشست و برخاست سب اللہ کے ذکر کی ساتھ ہوتی تھی اور جب کسی جگہ آپ تشریف لے جاتے تو جہاں جگہ ملتی وہیں تشریف رکھتے اور اسی کا لوگوں کو حکم فرماتے کہ جہاں جگہ خالی مل جائے بیٹھ جایا کریں لوگوں کے سروں کو پھلاند کر آگے نہ جایا کریں یہ امر جداگانہ ہے کہ جس جگہ حضور بیٹھ جاتے وہی جگہ پھر صدر مجلس بن جاتی آپ حاضرین مجلس میں سے ہر ایک کا حق ادا فرماتے یعنی بشاشت اور بات چیت میں جتنا اُس کا استحقاق ہوتا اُس کو پورا فرماتے کہ آپ کے پاس کا ہر بیٹھنے والا یہ سمجھتا تھا کہ حضور میرا سب سے زیادہ اکرام فرما رہی ہیں جو آپ کے پاس

بیٹھتا یا کسی امر میں آپ کی طرف مراجعت کرتا تو حضور اُس کے پاس بیٹھے رہتے یہاں تک کہ وہی خود اُٹھنے کی ابتدا کرے جو آپ سے کوئی چیز مانگتا آپ اُس کو مرحمت فرماتے یا (اگر نہ ہوتی) تو نرمی سے جواب فرماتے آپ کی خندہ پیشانی اور خوش خلقی تمام لوگوں کے لئے عام تھی آپ تمام خلقت کے (شفقت میں) باپ تھے اور تمام خلقت حقوق میں آپ کے نزدیک برابر تھی آپ کے مجلس، مجلس علم وحیاء اور صبر وامانت تھی (یعنی یہ چاروں باتیں اُس میں حاصل کی جاتی تھیں یا یہ کہ یہ چاروں باتیں اُس میں موجود ہوتی تھیں) نہ اُس میں شور وشغب ہوتا تھا نہ کسی کی عزت و آبرو اُتاری جاتی تھی۔ اُس مجلس میں اگر کسی سے کوئی لغزش ہوجاتی تھی تو اُس کو شہرت نہیں دی جاتی تھی آپس میں سب برابر شمار کئے جاتے تھے (حسب نسب کی بڑائی سمجھتے تھے البتہ) ایک دوسرے پر فضیلت تقویٰ سے ہوتی تھی ہر شخص دوسرے کے ساتھ تواضع سے پیش آتا تھا بڑوں کی تعظیم کرتے تھے، چھوٹوں پر شفقت کرتے تھے اہل حاجت کو ترجیح دیتے تھے، اجنبی مسافر آدمی کی خبر گیری کرتے تھے۔

اللغات والمشكلات:

(۱) **فخما مفخما: اى عظيما فى ذاته ومعظما فى صفاته** ﷺ.

(۲) **عن مخرجه وشكله: شكل بالفتح بعده السكون اى الطريقه المسلوكة بين اصحابه فى مجلسه وقيل شكل بالكسر حسن طريقته وهيئته.**

(۳) **فيرد ذلك بالخاصة على العامة:** تیسرا جز وخواص امت کے لئے مخصوص تھا اور اس میں مقصود ان کی تربیت فرما کر عوام کی ان کے ذریعہ تربیت کرنا تھا، تو گویا بہت عمدہ حکمت کے ذریعہ پوری امت کو وقت دینا تھا۔ (اس میں دلیل ہے حجیت حدیث پر)۔

(۴) **وقسمه: مصدر قسم يقسم بالفتح**

(۵) **روّاد: جمع الرائد بمعنى طالب اى طالبين المنافع فى دينهم ودنياهم.**

(٦)ذَوَاق: بالفتح اما حسی او معنوی من العلم وغیره

(٧)یخرجون ادلة: ای هداة للناس

(٨)یخزن لسانه: بضم الزای وکسرها ای یحبس ویحفظ

(٩)عتاد: بفتح اوله هو العدة والتاهب

(١٠)موازرة: ای معاونة فی مهمات الامور

(١١)فاوضه: راجعه

(١٢)صابره: بہت زیادہ ثابت قدم ہونا/آپ ﷺ جم کر تشریف فرما ہوتے۔

(١٣)میسور: ضد المعسور

(١٤)ولا توبن فیه الحرم: صیغة المجهول الأبن هی العقد فی القضبان لانه تعیبها فالمراد به العیب، الحُرم بالضم ثم الفتح جمع الحرمة وهو مالا یحل انتها که وروی بضمتین فالمراد النساء. مطلب یہ ہوگا کہ وہاں عزتوں کو پامال نہیں کیا جاتا تھا یا وہاں عورتوں کا بے حیائی کے ساتھ تذکرہ نہ ہوتا تھا۔

(١٥)ولا تثنی فلتاته: ای لا تشاع زلة احد یعنی اذا فرطت من بعض حاضریه سقطة لم تنتشر عنه.

عن عمرة الخ یہ عجیب روایت ہے پہلے بھی آچکی ہے کہ حضور ﷺ گھر میں کیا کرتے تھے تو کہا کہ حضور انسان تھے کبھی کبھی اپنے کپڑوں سے جوئیں نکالا کیا کرتے تھے اس پر لوگوں نے اعتراض کیا کہ حضور کے کپڑوں میں تو جوں ہی نہیں پڑتی تھی جوئیں تو میل سے آتی ہیں اور حضور کا بدن پاک صاف ہوتا تھا تو جواب دیا کہ دوسروں کے کپڑوں سے بھی آجاتی تو نکال لیتے تھے اور اپنی بکری کا دودھ خود دوھا کرتے تھے اور اپنے کام خود کیا کرتے تھے۔ اب ہم مولوی لوگ اپنا کام

خود کرتے ہیں؟ ہم لوگ سارا دن ایک دوسرے کا کام کرتے ہیں اپنا کام نہیں کرتے

باب ما جاء فی خلق رسول اللہ ﷺ

فلما سألت رسول الله فصدقنی کہ جب میں نے حضور ﷺ سے پوچھا تو حضور نے حقیقت بتائی۔ حضور ﷺ کی عادت یہ تھی کہ جو بھی حضور کے پاس آتا تو اس سے تعلق اور محبت سے پیش آتے تھے یہاں تک کہ وہ سمجھتا تھا کہ میں ہی حضور سے اقرب ہوں لیکن جب میں نے یہ بات پوچھی تو آپ نے یہ بات بتائی کہ تم اقرب نہیں ہو بلکہ ابوبکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ ہیں۔

عن انس: حضور ﷺ کی عادت یہ تھی کہ کسی آدمی سے بو آجاتی تو دوبدو اس کو نہیں کہتے تھے بلکہ جب وہ کھڑا ہو جاتا تو کسی سے کہہ دیتے کہ اسے کہہ دو کہ یہ چیز چھوڑ دے تو کبھی کبھی جب سخت تکلیف ہوتی تو خود کہہ دیتے اور کبھی دوسروں سے کہلوا دیتے۔

عن الحسن بن علی سالت ابی عن سیرة رسول الله ﷺ پہلے جو روایت میں مشکلہ گزرا ہے یہ اس کی تفسیر ہے کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ حضور کی سیرت اور انداز بیٹھنے والوں میں کیا تھا۔ قال ......دائم البشر حضور مسلسل خندہ پیشانی رہتے تھے، دائم البشر کے معنی ہے کہ آپ کے چہرے پر ہمیشہ خندہ پیشانی کے آثار تھے اور آپ کے اخلاق نرم تھے اور آپ کا پہلو بالکل نرم، آپ نہ ترش رو تھے اور نہ سخت اور نہ بازاروں میں چیخنے والے اور نہ فحش گو تھے، نہ عیب لگانے والے نہ بخیل، جس چیز کو پسند نہیں کرتے تھے اس سے غفلت برتتے تھے اور اس سے کسی کو مایوس نہیں کرتے تھے اور جواب بھی نہیں دیتے تھے (بلکہ سکوت فرماتے تاکہ اس کو ناگوار نہ ہو)، تین چیزوں سے اپنے کو الگ کر لیا تھا، جھگڑا تکبر اور جو چیزیں بے فائدہ

ہوں اور لوگوں کو تین چیزوں سے چھوڑ رکھا تھا کسی کی مذمت نہ کرتے اور نہ عیب لگاتے اور اس کی چھپی چیز معلوم نہیں کرتے تھے اور آپ بات نہیں کرتے تھے مگر اس چیز میں جس میں آپ کو ثواب کی امید ہوتی اور جب آپ بات کرتے تو حضور کے اصحاب گردن جھکا لیتے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوتے ہیں اور جب حضور خاموش ہوتے تو وہ گفتگو کرتے۔ حضور کے سامنے وہ جھگڑا نہیں کرتے تھے۔ حضور کے سامنے باتوں میں جھگڑا نہیں کرتے تھے کہ ایک کی بات پوری نہ ہو کہ دوسرا کہتا ہے کہ میں بات کرلوں ایسا نہیں ہوتا تھا اور جب کوئی حضور کے سامنے بات کرتا تھا تو اس کے لئے خاموش رہتے تھے یہاں تک کہ وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہو جاتے (لیکن ہماری عادت ہوتی ہے کہ ایک آدمی مجلس میں بات کر رہا ہے وہ فارغ نہیں ہوا کہ دوسرا آدمی بات شروع کر دیتا ہے، وہاں ایسا نہیں ہوتا تھا)۔ ان کی گفتگو حضور کے سامنے ایسی ہوتی تھی جیسے، آپ نے دیکھا ہوگا کہ مجلس میں جو آدمی پہلے آتا ہے اس کی بات لوگ سنتے ہیں اور آخر میں آنے والے کی نہیں سنتے،، حضور کی مجلس میں جو آخر میں آتا اس کی گفتگو بھی ایسی ہوتی جیسے پہلے آنے والے کی، اور جس چیز سے لوگ ہنستے تھے آپ بھی ہنستے تھے اور جس چیز سے لوگ تعجب کرتے آپ بھی تعجب کرتے بعض لوگ ہوتے ہیں کہ لوگ ہنس رہے ہیں اور یہ نہیں ہنس رہے غصہ میں بیٹھے ہوئے ہیں اس سے آپس میں انس نہیں رہتا، تو جس چیز سے وہ ہنستے تھے آپ بھی ہنستے تھے (تاکہ آپس میں تعلق پیدا ہو جائے) اور جس چیز سے وہ تعجب کرتے آپ بھی تعجب فرماتے اور جو مسافر ہوتا اجنبی ہوتا تو اس کی گفتگو میں موجود گنوار پن پر صبر کرتے یا سوال کرنے میں سختی کرتا تو آپ صبر کرتے۔ یہاں تک کہ حضور کے صحابہ ایسے لوگوں کو جو مسافر ہوتے تھے، حضور کے پاس کھینچ کھینچ کر لاتے تھے۔ حضور فرماتے کہ جب حاجت مند اور مانگنے والے کو دیکھو تو اس کو میرے پاس بھیج دو۔ ارفدیر فد ارفادا کے معنی بھیجنا اور حضور کسی کی تعریف کو پسند نہیں کرتے تھے مگر اس آدمی کی طرف سے جو حضور کو کسی احسان کا بدلہ دینے والا ہوتا، بڑا عجیب جملہ

ہے، بڑی بات ہے تو حضور تعریف کو پسند نہیں کرتے تھے حضور نے خود ہی فرمایا ہے کہ جو تم پر احسان کرے تو اس کو بدلہ دو ، ورنہ اچھے کلمات اس کے حق میں کہہ دو، تو حضور تعریف پسند نہیں کرتے تھے مگر اس آدمی کی طرف سے جو آپ کے احسان کے بدلے میں کہہ رہا ہو تو حضور اس کی تعریف سن لیا کرتے تھے اس لئے کہ وہ تعریف محل کے لحاظ سے درست تھی اور حضور کسی کی بات کو کاٹتے نہیں تھے یہاں تک کہ وہ خود حق سے تجاوز کر جاتا تو پھر آپ اس کو منع کرتے یا خود کھڑے ہو جاتے۔

باب ماجاء فی عیش النبی ﷺ

روایت عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ میں فلم یلبثوا ان جا ء الخ یزعبها ایسے مشکیزہ کے ساتھ جو اس کو تھکا رہی تھی بوجھل مشکیزہ الخ فقالت امرا ته ما انت ببا لغ الخ یعنی حضور نے اس کے بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا ہے تو اس کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ تو اس کو آزاد نہ کر دے اس لئے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے ساتھ معروف کرنا اور معروف کی انتہا یہی ہے کہ تو اس کو آزاد کر دے قال فھو. فقال النبی ﷺ الخ اللہ تعالیٰ نے کسی خلیفہ کو نہیں بھیجا کسی نبی انسان کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے دو راز دان ہوتے ہیں ایک بطانہ ہوتا ہے جو اس کو حکم دیتا ہے نیکی کا اور اس کو روکتا ہے منکر سے اور ایک بطانہ ہوتا ہے جو مسلسل اس کے ساتھ ظلم کرتا ہے لا تألو ہ خبا لا جو کمی نہیں کرتا ہے فساد میں۔ ومن یوق بطا نة السو ء فقد وقی جو برے راز دان سے بچا لیا گیا، تو وہ حقیقتاً بچ گیا۔

قال سمعت سعد بن وقا ص الخ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ آچکی ہے...... وہ کونسا پہلا موقع تھا جس میں خون بہا تھا۔ میں سب سے پہلا وہ آدمی ہوں جس نے خون بہایا اللہ کے راستے میں اور میں وہ سب سے پہلا آدمی ہوں جس نے تیر پھینکا اللہ کے راستے میں اور میں نے

دیکھا اپنے آپ کو ایک جماعت کے ساتھ اس حال میں کہ میں جہاد کر رہا تھا حضور کے صحابہ کے ساتھ، ہماری خوراک صرف درخت کے پتے اور پیلو کے درخت کے پھل تھے، یہاں تک کہ ہماری باچھیں پھٹ گئیں اور ہمیں ایسی اجابت ہوتی جیسے بکری اور اونٹ کرتے ہیں اور یہ بنو اسد جو آج مجھ پر دینداری میں عیب لگاتے ہیں تو (اگر یہ بات درست ہے تو) پھر تو میں ناکام ہو گیا اور میرا عمل اکارت گیا۔

حدثنا محمد بن بشار الخ .... یہ بھی مشکل حدیث ہے۔ بعث عمرالخ یہ عتبہ بن غزوان کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا انہوں نے وہاں پر ایک تقریر کی تھی جو مختصر نقل کی ہے اور کتابوں میں بہت طویل منقول ہے۔ عتبہ بن غزوان، یہ حضرت عمر کے بڑے کام کے آدمی اور نڈر جرنیل تھے، حضرت عمر نے ان کو بھیجا تھا اور کہا تھا کہ تم اور تمہارے ساتھی چلو یہاں تک کہ تم زمین عرب کو بالکل ختم کر دو اور بلاد عجم کے قریب آ جاؤ پس وہ لوگ چلے یہاں تک کہ جب وہ لوگ مقام مربد میں آئے، مربد جگہ تھی جہاں کھجور وغیرہ سکھاتے ہیں، کھیال، تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں سفید سفید پتھر بہت ہیں، کذان کہتے ہیں سفید سفید پتھروں کو انہوں نے کہا کہ یہ کیا ہے؟ کہا یہ بصرہ ہے، سفید پتھروں کو بصرہ بھی کہتے ہیں۔ پس وہ چلے یہاں تک کہ دریائے فرات کے چھوٹے پل کے سامنے پہنچ گئے تو کہا کہ یہاں کا تم کو حکم دیا گیا ہے کیونکہ بصرہ کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے چونکہ انہوں وہاں سفید سفید پتھر دیکھے تھے اور سفید پتھروں کو عربی میں بصرہ کہتے ہیں تو انہوں نے کہا کہ بس اب یہیں ٹھہر جاؤ کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہاں چھاؤنی بنانی تھی تا کہ عجم سے مقابلہ ہو تو ایران کی جانب سے حملہ نہ ہو جائے، اس لئے بالکل عرب کی انتہا اور عجم کی ابتدا میں ہو، کوفہ بصرہ یہیں ہیں، بصرہ بالکل ایران کے ساتھ ہے پھر حدیث ذکر کی، لمبی حدیث ہے۔ پھر عتبہ بن غزوان نے تقریر کی میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ میں سات آدمیوں میں سے

ساتواں تھا، رسول اللہ کے ساتھ اور ہمارے پاس کھانے کے لئے صرف درخت کے پتے تھے ، یہاں تک کہ ہماری باچھیں پھٹ گئیں، پس مجھ کو راستے میں ایک چادر ملی تو میں نے اس کو تقسیم کیا تھا اپنے اور سعد کے درمیان ۔ (''وبین سعد'') کے بجائے مفتی صاحبؒ کے سامنے کتاب کے نسخے میں ''وبین سبعۃ'' لکھا تھا، اسی لئے مفتی صاحب نے سات کا ترجمہ کیا ہے، وبین سبعۃ کا نسخہ غلط ہے اور ہم سات آدمیوں میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو کسی نہ کسی شہر کا امیر نہ بنا ہو، اب ہمارے بعد اور جو امراء آئیں گے تم ان کو دیکھ لینا (کہ ہم جیسے نہیں ہوں گے، بلکہ گئے گزرے ہونگے)۔

باب ماجاء فی وفات رسول اللہ

کانہ ورقۃ مصحف الخ یہ عجیب تعریف ہے ، میں نے دیکھا حضور کے چہرے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ ایسا تھا جیسا کہ مصحف کا ورق یعنی قرآن شریف کا ورق ۔اس تشبیہ میں تقدس ہے اتنا زیادہ تقدس ہے اور پھر یہ کہ بیماری میں جو چہرے میں زردی آجاتی ہے اس کا اظہار ہے کہ گویا قرآن کا ورق ہے اور لوگ ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پردہ ڈال دیا۔ تھا اور یہ پیر کا دن تھا، اس دن دس گیارہ بجے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔

عن انس : انکر قلو بنا یہ وہ کیفیت ہے جو قلب میں ہوتی ہے اس کی کیفیت میں فرق آ گیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے انہوں نے اپنے قلب میں فرق محسوس کیا حضرات صحابہ بہت حساس تھے انہوں نے اس کیفیت کے فرق کو محسوس کر لیا تھا۔

عن ابیہ : یسمع صوت المسامی فی آخر اللیل کہ کدال پھاوڑے جو تھے ان کی آواز سنی جاتی تھی آخری رات میں جو قبر مبارک کو کھود رہے تھے۔

(اضافہ) کسی طالب نے سوال کیا: حضرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین میں اتنی تاخیر کیوں

ہوئی؟ جواب میں ارشاد فرمایا: ہم تدفین میں جلدی کرتے ہیں کیونکہ بدن میں تغیر آجاتا ہے نعش خراب ہو جاتی ہے، حضور تو نبی تھے اور نبی کا بدن خراب نہیں ہوتا تو صحابہ چاہتے تھے کہ سب انتظامات جیسے مسئلہ خلافت اور دیگر امور وغیرہ، حضور کی جسداً موجودگی میں ہو جاتیں (کہ آپ کی موجودگی جسداً بھی باعث برکت تھی)۔

فقال عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب من له مثل ان الله هنا کہ اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے، معیت کس کے ساتھ مراد ہے مراد حضور اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تو جب اللہ تعالیٰ کی معیت ان کے ساتھ ہے تو حضور کے بعد خلیفہ اور دوسرا درجہ انہی کا ہے۔

الوفات یوم القیامة کا مطلب ہے جس کا انتقال ہو جائے قیامت تک کے لئے۔ ظاہر بات ہے موت، قیامت تک کے لئے ہے قیامت میں زندگی ملے گی۔

فمن لم یکن له فرط الخ مطلب یہ کہ جس کی اولاد نہ ہو میری امت میں سے اس کے لئے میں فرط ہوں اس لئے کہ میری موت کی وجہ سے جو تکلیف اور غم اس پر ہے یعنی حضور ﷺ کے موت کے واقعات سے جو پریشانی ہوگی، تو جس کی اولاد نہ مری ہو اور فرط نہ ہو تو میں اس کے لئے فرط ہوں اور یہ ثواب اس کو بھی حاصل ہو جائے گا۔

باب ما جاء رؤیة رسول الله ﷺ فی المنام

امام ترمذیؒ نے اتنی اچھی ترتیب رکھی ہے کہ دنیا میں ایسی ترتیب دوسری کتاب میں نہیں کہ وفات رسول اللہ کے بعد آپ ﷺ کو خواب ہی میں دیکھنا ممکن ہے اس لئے وفات کے بیان کے بعد خواب میں آپ ﷺ کو دیکھنے کا بیان لا رہے ہیں۔ من رأنی فی المنام اس کی پوری تفصیل بخاری جلد اول میں ہے یہاں پر لوگ کہتے ہیں کہ شرط اور جزا دونوں ایک ہیں یہ کیسے؟ کہتے ہیں من رأنی فی المنام فقد رأنی فی صقا یا فقد رأنی فی صقا، دوسری قسم کی

روایت میں یہ موجود ہے۔

فان الشیطان لا یتمثل بی : اب شیطان کا تمثل کیسے نہیں ہوتا؟ پہلے میں نے بتایا تھا ،حضرت گنگوہیؒ نے عجیب نکتہ لکھا ہے اس کو سننے کے لئے بھی بڑی طاقت چاہیئے ایسے نہیں کہ ہر ایک سن لے۔ وہ یہ کہ شیطان اللہ کے روپ میں آسکتا ہے حضور کے روپ میں نہیں اس لئے کہ اللہ کی ایک صفت اضلال بھی ہے (یضل من یشاء) یعنی گمراہ کرنا جیسے ہدایت دینا ہے (و یھدی الیہ من ینیب) ،تو شیطان گمراہ کرنے کے لئے اللہ کے روپ میں آجاتا ہے۔ شیطان نے بڑے بڑے صوفیا کو اللہ کے روپ میں آ کر گمراہ کیا ہے کہ میں اللہ ہوں، وہ لوگ یہ سمجھے کہ اللہ میاں آ گئے ہیں جیسے شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کا مشہور قصہ ہے کہ شیخ اللہ اللہ کیا کرتے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ شیطان بڑے اچھے روپ میں آیا اور کہا کہ میں خدا ہوں میں نے تمہارے اوپر نماز معاف کر دی ہے تو حضرت شیخ نے فرمایا: بھاگ جا،تو شیطان ہے۔تو حضرت گنگوہی نے فرمایا چونکہ اللہ کی صفات میں اضلال بھی ہے اس لئے شیطان خدا کے روپ میں گمراہ کرنے کے لئے آتا ہے اور حضور ﷺ چونکہ رحمۃ العالمین ﷺ ہی ہیں اس لئے شیطان آپ کے روپ میں نہیں آسکتا (انک لتھدی الی صراط مستقیم) ۔قال خلف بن خلیفہ رأیت عمرو بن حریث الخ مطلب یہ تابعی ہو گئے۔

سمع ابا ھریرۃ الخ

قال ابی: میں نے اس حدیث کو ابن عباس سے بیان کیا مجھ سے پوچھا تو میں نے کہا کہ میں نے حضور کو خواب میں دیکھا ہے۔اور میں نے حسن بن علی کا تصور کیا کہ حضور ﷺ حسن بن علی کے مشابہ تھے تو ابن عباس نے کہا کہ واقعی حضور ﷺ حسن بن علی کے مشابہ تھے۔

☆☆☆تمت بالخیر☆☆☆

أشهد أن لا إله إلا الله وأشهد أن محمدا عبده ورسوله



منتخب 112 استنباطی مضامین قرآن (بحوالہ آیات، سورۃ)

میں سے چند اہم عنوانات کی جھلکیاں

اسلام کا نظامِ اعتقادات ☆ اسلام کا نظامِ عبادات ☆ اسلام کا نظامِ نظافت ☆ اسلام میں سنت رسول اللہ ﷺ کی تشریعی حیثیت وعظمت ☆ اسلام میں نظریہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا حقیقت آمیز تجزیہ ☆ اسلام کا نظامِ امن ☆ قرآنی حقائق کا تاریخ سے موازنہ چہ معنی دارد؟ ☆ اسلام، عقل اور سائنس ☆ اسلام میں نظریہ رؤیتِ ہلال اور سائنسی استدلالات ☆ وحی رسالت اور وحی بمعنی الہام والقاء کے متعلق شرعی حقیقت ☆ اسلام کا نظامِ محنت ☆ اسلام کا نظامِ معیشت اور طبقاتی نظام (موازنہ) ☆ نظریاتی وتہذیبی اختلاف کے فکری نتائج ☆ اسلام میں حقوق نسواں ☆ عالمی معاشی وباء (سودی نظام) ☆ معاملات کے لین دین کا قانونی نظام ☆ بین المذاہب مکالمہ ☆ فرقہ واریت کی اُصولی بحث ☆ اسلام کا نظامِ عفت وپاکدامنی ☆ اسلام کا نظامِ میراث ☆ اسلام کا نظامِ تجارت اور اس کے رہنما اُصول ☆ احکامِ دین کا عملی وقانونی نفاذ ☆ عزیمت اور رخصت کا حکیمانہ اُسلوب ☆ وکالتِ باطلہ وصحیحہ ☆ اسلام میں نظامِ عدل وانصاف مع نظامِ شہادت ☆ حلال وحرام اور نظریہ شریعت ☆ مشروط امن معاہدے اور اسلام کی دفاعی وخارجہ پالیسی ☆ فلسفہ انقلابِ احوال ☆ جامعیت قرآن کی ہمہ جہتی حقیقت ☆ حکمت اور موعظہ حسنہ ☆ اسلام کا اخلاقی نظام ☆ اسلام کا نظامِ حکومت ☆ اختلاف رائے او رآزادی رائے ☆ نظریہ جہاد اور اس کی حکمت مع حدود وقیود ☆ عورت کی حکمرانی کے خلاف پہلی احتجاجی آواز ☆ قواعد واُصول وقتی نہیں ہوتے ☆ اسلام اور تربیت اولاد ☆ اسلام اور نظریہ تعلیم وفن ☆ ناموس رسالت ،آداب، محبّت وعشق رسول ﷺ ☆ اسلام کا نظامِ طلاق ☆ اسلام اور سماجی خدمات ☆ اسلام اور حقوق العباد ☆ بیعت ،تزکیہ نفس اور اصلاحی حقائق ☆ شریعت وطریقت ☆ کونسی جماعت برحق ہے؟ ☆ آدابِ معاشرہ کے اخلاقیاتی پہلو ☆ تحقیقِ حالات کا شرعی نظام ☆ تقلیدِ محمود کی آسان فہم حقیقت ☆ اسلام اور باقی مذاہب کا تقابلی جائزہ ☆ باطنی اعتبار سے عذابِ الٰہی کی بدترین قسم ☆ نظامِ حدود وتعزیرات ☆ نظامِ فطرت کے خدائی اُصول اور عقلیات کے بے لگام گھوڑے ☆ بحر وبر میں سبب فساد کا تجزیہ برحق ☆ فلسفہ عزت وذلت وغیرہ